ماہنامہ حکیم انقلاب کا نبض نمبر
کتب خانہ
طبیب
عجائب نبض
تالیف
حکیم محمد صدیق شاہین
سیل پوائنٹ
شیخ محمد بشیر اینڈ سنز
ناشران و تاجران کتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عجائب النبض

حکیم محمد صدیق شاہین

باہتمام

مکتبہ دانیال، لاہور

سیل پوائنٹ

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار، لاہور - فون: 7660736

محمد ابوبکر صدیق

نے ندیم یونس پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر
مکتبہ دانیال لاہور سے شائع کی

قیمت =/90

فہرست مضامین

اطباء کے لئے خاص ہدایات

ہدیہ تحدیث نعمت از حکیم مولوی سلطان محمد صاحب
خلیفہ دربار حضرت سلطان باہوؒ

مندرجہ ذیل ہدایات پر تازیست عمل رہے:

- بموجب شرع شریف جہاں تک ممکن ہو' تقویٰ اپنے اوپر لازم رکھا جائے۔
- اس نیت سے حکمت کی جائے کہ مخلوق خدا کی خدمت ہو' رسول اللہ ﷺ کی اُمت کی خدمت ہو تاکہ یہ فن عبادت بن جائے۔
- ہمیشہ شفاء من جانب اللہ جل شانہ سمجھنی چاہئے' اپنے علم اور لیاقت کو بھروسہ والا نہ سمجھیں۔
- سب سے پہلے مرض کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اگر سمجھ میں نہ آئے تو ہاتھ نہ ڈالا جائے' بعد سمجھنے کے علاج حسب حیثیت کیا جائے۔ اگر اپنی سمجھ میں یہ بات آئے کہ مریض مر جائے گا تو اس سے کچھ نہ لیا جائے۔ اس امر کی کوشش کی جائے کہ کسی کو تنگ کر کے نہ لیا جائے۔

- مندرجہ ذیل اشخاص کی ذات کے ساتھ حتی الوسع رعایت کی جائے:

✪ مسکین خواہ کسی مذہب کا ہو' ✪سید کوئی درویش صفت آدمی' ✪اہل قرابت' ✪ہمسایہ بلالحاظ مذہب' ✪اپنا محسن جس نے کوئی احسان کیا ہو' ✪ہم جلیس

- علاج میں تعصب کو ذرا بھی دخل نہ دیا جائے۔
- مطالعہ روزانہ کیا جائے' خواہ کم سے کم ہو۔
- مریض کی صحت کے لئے درپردہ دعا کی جائے۔
- اپنی آمدن میں سے حجاز شریف کی امداد اور مساکین کی امداد کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور رکھا جائے خواہ وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔
- اہل فن اگر غریب ہو اور علمی امداد چاہے تو کبھی دریغ نہ کیا جائے۔
- زہریلی ادویات پر خاص نشان رکھا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
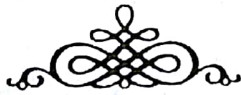
مقالہ خصوصی

یوں تو ملک خداداد پاکستان اور بیرون پاکستان علم و فن طب پر ہزاروں جماعتیں اور ان کے آرگن اپنے اپنے خیالات کی ترجمانی میں مصروف عمل ہیں اور اس مشینی دور میں جہاں زندگی بے حد مصروف ہو گئی ہے۔ محض اپنی ذات کی نمود کے لئے کسی آرگن کا جاری کرنا عبث محض ہے۔ تاہم جس حقیقت نے ہمیں مجبور کیا وہ نہ تو کوئی کاروباری مصلحت ہے نہ ہی ذاتی نمائش یا لیڈری کا شوق بلکہ ہم نے دیکھا کہ ملک و ملت اور فن کے مفاد میں کہیں بھی کوئی کام نہیں ہو رہا۔ ہر ادارہ کسی نہ کسی شخصیت اور اس کے ذاتی مفاد کے دائرہ میں محدود نظر آتا ہے۔ طب قدیم کی ترجمانی کرنے والے بیشتر ادارے بھی علمی و عملی ہر دو میدانوں میں ہتھیار ڈالے سرنگوں نظر آتے ہیں اور یورپی ممالک میں جو کچھ تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے محض اس کی ترجمانی کرنے پر مجبور ہیں۔ نہ ان کے ایسے افکار و خیالات ہیں نہ جدید مسائل پر تحقیقات نہ اصول و کلیات کی جزئیات سے مطابقت نظر آتی ہے نہ ہی جزئیات کو کلیات سے تطبیق دینے کی طرف توجہ ہے۔

حکیم انقلاب:

مجدد طب موجد قانون مفرد اعضا حضرت حکیم انقلاب صابر ملتانی علیہ الرحمہ پچھلے چھ سو سال میں پہلی شخصیت نظر آتے ہیں جنہوں نے فنی بنیادوں کو اسلامی حکماء کی تعلیمات کی روشنی میں از سر نو استوار کیا اور اپنے اجتہادی و تحقیقی لٹریچر سے اطباء کرام کو ایک خاص انداز فکر و فن عطا کیا۔ آپ کی تحریک کو اللہ تعالیٰ نے وہ فروغ بخشا کہ ان کی زندگی میں ہی ملک اور بیرون ملک فاضل اور قابل ذہن رسا رکھنے والے اطباء کا ایک مؤثر گروہ ان کے ساتھ آملا۔ صابر صاحب کی تحریک نے نہ صرف اطباء کرام میں بیداری کی لہر دوڑا دی بلکہ مخالفین کو لرزہ

برانداز کر دیا اور علم العلاج کے سلسلہ میں اپنے گہرے اور وسیع مطالعہ و مشاہدہ القاو وجدان سے تمام مروجہ طریقہ ہائے علاج کی خامیوں اور نقصانات کو واضح طور پر بیان فرما کر دنیا کو حقیقی فن کی طرف راغب فرمایا۔

حکیم انقلاب نے فطرت، عقل اور تجربہ و مشاہدہ تینوں صورتوں سے باطل نظریات پر ایسے زبردست حملے کئے کہ نہ صرف ان کی زندگی میں بلکہ تادم تحریر ان کے مقابلہ پر آنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی بلکہ ان کے نظریات کو قانون کی حیثیت سے اطباء کرام کے ایک کثیر گروہ نے قبول کرلیا۔ آپ نے علم و فن طب کو کیفیات مزاج اخلاط و اعضاء کی بنیاد پر استوار کیا اور اعضاء کو مرکزی اہمیت دیتے ہوئے اسباب و علاماتِ امراض اور علاج کی صورت میں افعال عضاء کی اہمیت و افادیت کو اُجاگر کیا۔

آپ نے طبی علوم و فنون کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے جو اصول دیا وہ قوانین فطرت میں سے ہی ایک قانون ہے جو قانون مرکزیت یا قانون دائرہ کہلاتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شئے کے دو ہی حصے ہوتے ہیں ایک اس کا ظاہری وجود دوسرے اندرونی و باطنی جوہر وجود جس کے گرد تمام ظاہری اعضاء گھومتے اور اپنے اپنے افعال انجام دیتے ہیں۔ اگر اس ظاہری حصہ کے کسی ایک جزو کو اُس کے مرکزہ یا باطنی وجود سے الگ کر دیا جائے تو اس کا زندہ و قائم رہنا محال ہوا کرتا ہے۔ سو بدن انسان کی طرح اگر نظام فلکیات کو دیکھیں تو اس میں بھی ہمیں ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ اربوں کھربوں ستارے سیارے قمر، زہرہ، عطارد، مریخ، زحل، مشتری کے علاوہ کہکشاں وغیرہ نظر آتے ہیں جو اپنے اپنے دائرہ میں حرکت و گردش کرتے نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا اپنا اپنا الگ الگ دائرہ کار ہے۔ جدا جدا اعمال و افعال و اثرات ہیں لیکن ان سب کی حفظ و بقاء و ارتقاء کا مدار ان کے مرکزی وجود شمسی نظام سے وابستہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اگر کسی ایک کا بھی شمسی نظام سے رابطہ منقطع ہو جائے تو نہ صرف وہ اپنے وجود کو باقی و قائم نہیں رکھ سکتا بلکہ نظام عالم میں زبردست انتشار و افتراق، ہلاکت و فنا، ٹوٹ پھوٹ اور بگاڑ واقع ہو جائے۔ گویا ان سب کا مرکزی وجود نظام شمسی سے وابستہ ہے۔

اسی طرح ایک درخت کی جڑ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے جس سے جدا ہو کر نہ کوئی پھول نہ پھل، پتہ، شاخ، ڈال اپنی زندگی کو باقی رکھ سکتی ہے۔ گویا ایک بیج سے معرض وجود میں آنے والا درخت اگرچہ تنوع اور کثرت رنگ و بُو، خفت و شدت افعال و اثرات کے لحاظ سے

اپنے اندر بے شمار فصول و ابواب رنگا رنگ نوادرات رکھتا ہے۔ تاہم اس کی یہ بے شمار کثرتیں ایک ہی جدت کی مرہون منت و ممنون احسان نظر آتی ہیں۔

شہر وجود اور حضرت انسان:

حضرت انسان کے شہر وجود میں بھی ہاتھوں' پاؤں' آنکھ' ناک' کان' سینہ' شکم' معدہ' امعاء' دقیق و غلیظ' جگر' گردے مثانہ وغیرہ بلکہ اربوں کھربوں زندہ خلیات کی یہ کالونی ایک عظیم سلطنت کا نمونہ پیش کرتی ہے جس میں پہاڑ' جنگلات' دریا' ہواؤں کے طوفان' نہروں کے جال' ٹیلی فونی نظام مواصلات و رسل و رسائل اپنی اپنی جگہ ہزاروں نظام نظر آتے ہیں۔ تاہم ان سب کا مدار حیات و بقاء ارتقاء ان کے مرکز قلب کے تابع فرمان نظر آتا ہے۔ یہ تمام نظام جب اس لحاظ سے مطالعہ کئے جاتے ہیں کہ دل ایک سلطان عالی مقام کی حیثیت سے دکھائی دیتا ہے۔ جو سب پر حکمرانی کرتا نظر آتا ہے۔ دل کی اقتداء میں تمام اعضاء اپنے اپنے مفوضہ امور انجام دیتے نظر آتے ہیں۔ جس طرح ایک امام حالت رکوع میں ہے تو تمام مقتدی رکوع میں سجدہ کا اشارہ ملے تو سجدہ ریز' قعدہ ہو یا قیام سب اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی مقام سلطنت بدن میں دل کو حاصل ہے۔

صانع حقیقی:

تمام مخلوق اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے' وہی صانع حقیقی ہے۔ وہ اپنی حکمت کو خود بہتر طور پر جانتا ہے۔ اسی کو علم ہے کہ ہاتھ پاؤں' آنکھ' کان' ناک' معدہ اور امعاء' گردے' جگر' طحال' لبلبہ وغیرہ کس کس مقصد و غرض اور افادیت کے لئے پیدا فرمائے ہیں۔ ان کے کیا کیا اعمال و افعال اور اثرات ہیں۔ ان سب حکمتوں کو جاننے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ان حکمتوں کو مخلوق خاص کر بنی نوع انسان کے ذہن نشین کرانے اور تشریح و توضیع کرنے والی ہستیاں انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام خصوصاً محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات سے ہی ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کون سا عضو اشرف' افضل و اعلیٰ ہے اور کون سا ارذل و ادنیٰ، شرع شریف میں تمام اعضاء پر دل کو فوقیت حاصل ہے۔ شرع کی تعلیمات کی روشنی میں دل ہی دیکھتا' دل ہی سنتا' دل ہی بولتا' دل ہی چلتا پھرتا' دل ہی سوچتا سمجھتا' دل ہی اچھے بُرے میں تمیز کرتا' دل ہی اُلفت و نفرت کا احساس و ادراک کرتا ہے اور باقی اعضاء دل

کے احکام بجالاتے ہیں۔ وہ بھاگنے کا حکم دے تو پاؤں بھاگتے ہیں۔ وہ دیکھنے کا حکم دے تو آنکھ دیکھتی ہے۔ وہ سننے کا کہے تو کان سنتے ہیں' وہ پکڑنے کا حکم دے تو ہاتھ تھامتے ہیں۔ غرض سب اعضاء دل کے تابع ہیں۔ وہ بگڑا تو سب بگڑے' وہ سنورا تو سب درست۔ یہی قانون مرکزیت کی اصل و بنیاد ہے کہ باقی اس کے دائرۂ عمل میں آنے والے کل پُرزے اپنے مرکز کے ماتحت ہوں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ **الحقیقة کل الکرہ** اور اسی کو **الحقیقة کل القاب قوسین** کہتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے جملہ اعضاء بدن کی اصلاح و بگاڑ کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا کہ

"وہی القلب بے شک جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام جسم درست ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو وہ دل ہے۔"

حضرت حکیم انقلاب نے اس حقیقت کو ذہن نشین کرانے کے لئے جو اصول وضع کیا اسے نظریہ مفرد اعضاء کا نام دیا جو زمانہ سے قانون کی حیثیت اختیار کر گیا۔ ان کی زندگی میں بڑے بڑے حکماء' اطباء' ڈاکٹر صاحبان' ہومیوپیتھ اور علماء کرام ان کے پاس آئے اور اپنی تشنگی دور کرتے۔ آپ نے تعلیم و تعلم کے لئے حکیم محمد صدیق شاہین کو مقرر کر رکھا تھا۔ حکیم انقلاب اگرچہ میرے طبیہ کالج کے ساتھیوں میں سے تھے تاہم جب ہم بھی گئے تو حکیم محمد صدیق شاہین کو وہاں موجود پایا۔ ان ہی دنوں ہمیں صابر صاحب کے افکار و نظریات کی توضیح کر کے بتایا کرتے تھے۔ صابر صاحب کے دل میں ان کا بڑا بلند مقام تھا۔ میں نے صابر صاحب کے افکار سے متاثر ہو کر ان کے نظریات کو ملک و بیرون ملک پھیلانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کئی دوستوں سے تبادلہ خیال ہوا لہٰذا مرحوم حکیم غلام حیدر سہیل آمادہ ہوئے کہ میں اپنا رسالہ حکیم انقلاب صابر علیہ الرحمتہ کی ادارت میں دیتا ہوں۔ یاد رہے اس وقت حکیم انقلاب کے پاس کوئی آرگن نہ تھا اور وہ اپنے نظریات ملاقات کے وقت سوال و جواب کی صورت میں بیان کرتے تھے اور یہ ذمہ داری حکیم محمد صدیق شاہین کی تھی کہ وہ آنے والے دوستوں کو نظریہ مفرد اعضاء سے روشناس کرائیں۔ لہٰذا 1912ء یعنی مداوہ پہلا رسالہ تھا جو نظریہ مفرد اعضاء کے لئے حکیم صاحب کی ادارت میں چھپنے لگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ایک مفید خلائق نظریہ کی اشاعت کا کام مجھ سے لے لیا۔

اب اِدھر حکیم انقلاب نے اس جہان فانی سے رخت سفر باندھا اُدھر علماء و حکماء کی وہ جماعت خود بخود منتشر ہو گئی جو کسی مرکزی وجود کی عدم موجودگی کا لازمی نتیجہ ہوا کرتی ہے۔ اس کے اسباب و وجوہات کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ہاں اتنا عرض کئے بغیر چارہ نہیں کہ ان کی زندگی کے آخری ایام میں ان کے گرد کچھ ذاتی اغراض کے بندوں کا اجتماع ہو گیا۔ جن کو فن سے تو کوئی ربط و تعلق نہ تھا البتہ فن کی چھتری کے سایہ میں وہ اپنی مادی اغراض پوری کرنا جانتے تھے۔ وہ کوئی علمی لوگ بھی نہ تھے' نہ ہی ان میں سے کوئی باقاعدہ علم و فن طب کا فارغ تھا۔ بس چند وہ دوست تھے جو یا تو صابر صاحب کے مریض تھے جو چند ملاقاتوں میں طبی ذوق رکھنے لگے یا پھر وہ چند افراد تھے جو طبی رجسٹریشن کے خوف سے اپنی عطائیت کو ان کے دامن سے وابستہ ہو کر چھپانا چاہتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ علم و فن طب سے شناسا ہی نہ تھے اس لئے کسی علمی و فنی وجود کو برداشت کرنا ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ لہٰذا انہوں نے صابر صاحب کے نام کو تجارتی مقاصد کے لئے تو خوب خوب اُچھالا' طبی کیمپ لگائے' اشتہار دیئے۔ کتب و رسائل اور دواؤں سے دولت سمیٹی لیکن فن کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

اب میرے زندگی کے آخری دور میں رہ رہ کر یہ جذبہ تڑپاتا رہا کہ کسی نہ کسی طرح اس فن کے احیاء' حفظ و بقاء و ارتقاء کا بندوبست ہو جائے لہٰذا میں نے ماہنامہ حکیم انقلاب کے اجراء سے اسی فریضہ کو ادا کرنے کی غرض سے ڈیکلریشن کی درخواست دی لیکن بھٹو دور حکومت میں ابتداً ہی سے میرے درپیش ایسی مشکلات حائل ہو گئیں کہ منظوری ہوتے ہوتے عرصہ گیارہ سال گزر گیا۔

الحمدللہ کہ اب ہمیں رسالہ کی اجازت مل گئی ہے کیونکہ موجودہ حکومت کے تمام متعلقہ وزارت ہائے صحت وفاقی و صوبائی کے عملہ کو عموماً اور صدر پاکستان جناب عزت مآب جنرل ضیاء الحق کو خصوصاً جو اسلامی علوم و فنون اور طب اسلامی سے محبت اور والہانہ لگاؤ ہے' وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ سو اس سلسلہ میں اپنے جذبات' احساسات و خیالات کی عملی صورت کے لئے مجھے ان ساتھیوں کو تلاش کرنے کا خیال پیدا ہوا جو واقعی اس کے اہل ہوں۔ میں سب سے پہلے حکیم محمد صدیق شاہین سے ملا جو صابر صاحب کے پرانے رفیق کار رہے ہیں اور ان کی تحریک اور افکار کی وسعت و اشاعت میں جتنا حصہ ان کا ہے' کسی کا بھی نہیں بلکہ بیشتر اطباء و حکماء اور عوام صرف حکیم محمد صدیق شاہین کی وجہ سے ہی صابر صاحب کے قریب ہوئے ورنہ وہ قبل

ازاں زبردست مخالفین میں سے شمار ہوتے تھے۔ سو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو علم ہے کہ صابر صاحب کی وفات کے بعد جو تنظیم قائم ہوئی میں (یعنی حکیم محمد صدیق شاہین) اس کا جنرل سیکرٹری تھا لیکن انتشار و افتراق کی وجہ سے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے میں نے ضابطہ کا تعلق توڑ دیا کہ یہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہے (جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو گروہوں میں امام حسن صلح و اتفاق کرائیں گے) اب تک ذہنی و قلبی رابطہ کا تعلق ہے وہ بھی اشخاص سے نہیں فن سے۔ غرض وہ ایسی باتیں کرتے رہے جو بالکل برحق و بجا تھیں لیکن میرے اصرار پر انہوں نے ادارہ میں شرکت اختیار کرنے کی حامی بھرلی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح طب کی خدمت کے سلسلہ میں صابر صاحب کے افکار کی ابتدائی نشر و اشاعت کا کام مجھ سے ہی لیا۔ اسی طرح جب ان کے افکار کو بے دریغ مسخ کیا جارہا ہے اور غلط تشریح و توضیح ہو رہی ہے۔ آخر پر اس کے تحفظ و بقاء و ارتقاء کا کام بھی اللہ تعالیٰ مجھ اور حکیم محمد صدیق شاہین ہی سے لینا چاہتا ہے۔

سو **الحمد لله علی ذلک** اب ان تمام اہل فن اور افکار صابر کے دلدادگان اور ملک و ملت کے بہی خواہوں سے گزارش کروں گا کہ اگر واقعی فنی وقار کا جذبہ موجزن ہے تو آپ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ انشاء اللہ وہ وقت جلد آنے والا ہے جب فن طب میں پاکستان دنیا کی امامت کرے اور بیرونی ممالک سے لوگ پاکستان میں یہ فن حاصل کرنے آئیں گے۔

ہم کسی بھی نظریہ و خیال یا مکتبہ فکر یا شخصیت و ذات کی مخالفت برائے مخالفت کا ارادہ نہیں رکھتے لیکن حق و مؤقف بیان کرتے وقت اکثر حوالہ جات کے لئے شخصیات یا مکتبہ ہائے فکر کا ذکر آنا لازمی امر ہوتا ہے اس لئے ایسے مواقع پر ہمارے مؤقف کو سمجھے بغیر یکطرفہ رائے قائم کرنا درست نہ ہو گا۔ ہم جس طرح دوسرے افراد اور اداروں کے کام کو تنقیدی نگاہ سے اس لئے دیکھنے کا حق رکھتے ہیں کہ احقاق حق و ابطال باطل ہو' سچائی نکھر کر سامنے آجائے اور فن میں ابہام نہ رہے۔ اسی طرح دوسروں کا بھی حق سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے کام کا جائزہ تعمیری و تنقیدی نقطۂ نظر لیں۔

میں اپنے رفقاء کار جناب حکیم محمد ارشد فلاحی صاحب لاہور' حکیم مسلم ناصر' حکیم نصیر احمد اوکاڑہ' حکیم محمد زبیر وال رادھا رام' حکیم غلام رسول بلوچ مظفر گڑھ' حکیم حافظ محمد امین پنڈی' حکیم غلام محمد صابر چیچہ وطنی' حکیم محمد امجد گجرات' حکیم مولانا نعیم الحق گوجرانوالہ' حکیم

شوکت علی جڑانوالہ خاص کر جناب حکیم حبیب اللہ صاحب اثری کا شکر گزار ہوں جو میرے ساتھ مستقل معاون اور علمی و فنی رفقاء کار ہیں۔ انہی دوستوں کے اصرار پر' اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے یہ قدم اٹھایا کہ جو کچھ ہو سکے فن کی خدمت کر گزروں۔

تشخیص امراض کے سلسلہ میں مریض کا معائنہ نظری رنگت' چہرہ' زبان' لمس' ٹٹولنا' مقام ماؤف کو چھونا اور بول و براز سے علامات کو کسی عضو کے تحت لانا شرکی ودال علامات سے استنباط و استخراج کرنا طبیب کے فرائض میں سے ہے اور ان سب پر نبض کو اس لئے فوقیت ہے کہ نبض دیکھتے وقت استفسار اور مذکورہ حالات واقعات اور علامات خود بخود مطالعہ و مشاہدہ میں آجاتے ہیں۔

دوسرے علم النبض زمانہ میں مفقود ہوتا جا رہا ہے اور جدید طبی آلات و وسائل و ذرائع تشخیص کی وجہ سے عوام و خواص نے اس کو نظرانداز کر دیا ہے۔ اس لئے اس کی اہمیت و افادیت دلوں سے محو ہوتی جا رہی ہے۔ میں نے انہی حالات کے پیش نظر رسالہ کا پہلا خصوصی نمبر نبض کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ جس کا نام عجائب النبض تجویز کیا گیا ہے۔

یہ تحریر میرے دیرینہ رفیق کار حکیم محمد صدیق شاہین کی ہے جو طبی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انہیں آبروئے فن طب کہنا چاہئے۔ اس دور ابتلا میں ایسی نادر روزگار ہستیاں مغتنمات میں سے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم!

حکیم محمد عظیم قاسمی
حجازی دواخانہ
۴ دل محمد روڈ لاہور

عجائب النبض

از قلم شفاء الدہر محقق طب، حکیم محمد صدیق شاہین مجددی نقشبندی

الحمدلله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدالمرسلین وخاتم النبین احمد مجتبی محمد مصطفی صلی الله علیه وعلی آله وازواجه واصحابه وسلم تسلیما کثیراO قال الله تعالی فی شان طبیب القلوب المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات سیدالانبیاء والمرسلین ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة واقول رب یسرولا تعسرامابعد!

فقیر حکیم محمد صدیق شاہین عرض پرداز ہے کہ آنحضرت ﷺ روح و جسم کے اسقام (بیماریوں) کے طبیب کامل اول و آخر ہیں اور ظاہری جسم انسان کی حفاظت و نگہداشت کا فریضہ ادنیٰ درجہ پر اطباء و معالجین کے ذمہ ہے اور تشخیص و تجویز امراض و علاج کے سلسلہ میں جہاں اور بہت سے امور میں غور و فکر کیا جاتا ہے۔ وہاں اطباء کرام نبض سے بھی راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ جس سے مریض کی قوت، حرکت اور حرارت کو مدنظر رکھا جاتا ہے لہٰذا نبض کی اسی اہمیت کے پیش نظر کلیات نبض پر مختصراً کچھ عرض کیا جا رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ نبض شناسی میں طلباء اور اطباء کرام کو اس سے کچھ راہنمائی ملے گی۔ ساتھ ہی قارئین سے اسقام سے درگزر اور نشاندہی کرنے کی استدعا ہے۔

تعریف نبض:

نبض سے مراد شریانوں کی وہ حرکت ہے جو دل کے پھیلنے اور سکڑنے سے ان شریانوں میں روح و خون کی آمدورفت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ حرکت جسم انسان کی تمام شریانوں میں پائی جاتی ہے لیکن جب احوال بدن انسان معلوم کرنے کے لئے نبض کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ مخصوص شرائین ہوتی ہیں جو بدن انسان کے بعض حصوں میں واضح و ننگی اور ظاہر ہوتی ہیں۔ جن کے دکھانے سے نہ مریض کو ہچکچاہٹ و حجاب ہوتا ہے اور نہ طبیب یا ماہر فن کو

اپنی انگلیوں سے چھو کر محسوس کرنا دشوار' ان شرائین میں سے تین مقام خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں مثلاً (1) کلائی کی شریان اور یہی عموماً دیکھی جاتی ہے۔ (2) کنپٹی کی شریان' (3) اور ٹخنے کی شریان۔ فن طب میں جب کبھی نبض کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد یہی شرائین عموماً اور کلائی کی شریان کی حالت کا خصوصاً معلوم کرنا مقصود و مطلوب ہوتا ہے اور نبض دیکھنے کا مقصد بدن انسان میں پیدا ہونے والی علامات صحت و مرض اور ان کے طبعی یا غیر طبعی اسباب کا پتہ چلانا ہوتا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

بعض علماء بدن خصوصاً فرنگی طب کے حاملین کا خیال ہے کہ نبض صرف دل کی حرکات کو بتاتی ہے اور اس کے علاوہ کسی مرض کا پتہ لگانا اس سے مشکل بلکہ ناممکن و محال ہے۔ ایسے لوگوں نے تلاش حقیقت کے بجائے ایک بہت بڑی صداقت کو جھٹلا کر کسی دانش مندی کا ثبوت نہیں دیا۔ وہ اگر فن نبض شناسی سے آگاہ ہوتے تو ایسی بات ہرگز نہ کہتے جن اصحاب فن کو نبض شناسی سے آگاہی ہے۔ وہ نبض دیکھ کر امراض کی جزئیات و تفصیلات کو ایسے ظاہر کر دیتے ہیں جیسے کسی شخص کی ساری زندگی اور حالات و واقعات کی فلم ان کی آنکھوں کے سامنے ہو۔ میں کوشش کروں گا کہ ان اوراق میں نبض اچھی طرح طالب علموں کے ذہن نشین کراؤں کیونکہ نبض شناسی کی علم و فن طب میں بہت اہمیت ہے اور فی زمانہ یہ فن مفقود ہوتا جا رہا ہے اور اطباء پر تساہل پسندی کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے حالانکہ نبض پر مکمل دسترس حاصل کر لینے سے فن کار کی عزت و وقار کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور وہ دنیا میں اپنے خداداد فن کی وجہ سے نام پیدا کرنے کے علاوہ اہل فن میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

قبل اس کے کہ میں نبض کی اجناس و جزئیات اقسام اور صوروانواع کا ذکر کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نبض اور دل کا تعلق ظاہر کر دوں تاکہ ایک تو ازالہ ابہام ہو جائے۔ دوسرے دل کے ساتھ نبض کی اہمیت بھی واضح ہو جائے۔

کائنات بدن انسان کا حقیقی بادشاہ دل ہے:

دنیا میں جس طرح دو عالم ہیں جو عالم امر اور عالم خلق کہلاتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی ہر شے دو اجزاء سے مرکب نظر آتی ہے۔ ایک تو اس کے وجود کا ظاہری حصہ ہوتا ہے۔ دوسرا اس

ظاہر کے اندر پوشیدہ مرکزی نظام جیسے ایک خلیہ کا مرکزہ نیوکلی اولس جو اس کے مادہ حیات یعنی پروٹو پلازم اور نیوکلیئس میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ یہ نظام ہی قلب کہلاتا ہے جو تمام بدن کو کنٹرول کرتا ہے۔ انسانی وجود میں بھی سب سے اہم شے اس کا دل ہی ہے۔ باقی اعضاء سب کے سب اس کے خادم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دل ہی میں جذبات و احساسات پیدا ہوتے ہیں اور تمام اعضاء ان جذبات کے تحت عمل کرتے ہیں۔ جب دل میں کسی صورت کو دیکھنے کا خیال آتا ہے تو آنکھ دیکھنے لگتی ہے۔ چلنے پھرنے کا خیال آتا ہے تو پاؤں حرکت کرنے لگتے ہیں' اگر کسی شے کو قبضہ میں کرنا چاہے تو ہاتھ گرفت کرتے ہیں۔ گویا کہ اقلیم بدن کا سلطان عالی مقام دل ہی ہے۔

جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ بدن انسان میں دماغ ہی سب کچھ ہے اور دماغ ہی میں شعور و ادراک یا علم و احساس ہے۔ ان کے خیال میں سب کچھ تو دماغ میں پیدا ہوتا ہے اور دل صرف ایک ایسا آلہ یا پمپ ہے جو دماغ کو بذریعہ خون صرف غذا مہیا کرتا ہے اور بس!

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ:

اللہ تعالیٰ چونکہ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اسی کو معلوم ہے کہ کونسی شے کس کام کی غرض سے پیدا کی گئی ہے اور انبیاء و رسل خصوصاً آخرالزمان نبی اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ ان اشیاء کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ دل و دماغ اور ہاتھ پاؤں کے کیا مقاصد و فرائض ہیں۔ اسلامی طریق زندگی (شرع) سے وضاحت ہوتی ہے کہ دل ہی اصل اور حاکم مطلق ہے۔ تمام بدنی کائنات کی حکومت اسی کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ **ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب** "بے شک انسانی بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ اگر صحیح ہو تو سارا بدن درست ہے اور اگر وہ غلط ہے یا خراب و فساد کا شکار ہے تو سارا انسان ہی غلط و فساد میں مبتلا" اور فرمایا خبردار! وہ لوتھڑہ قلب یعنی دل ہے۔ گویا انسانی خوبی و خرابی اخلاقی ہو یا مادی سب کا مدار دل پر ہی ہوتا ہے۔ دل میں نیت پیدا ہوتی ہے۔ نیت سے تمام اعمال بنتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: **انما الاعمال بالنیات** "اعمال تو رہے ایک طرف خود زندگی کا مدار بھی دل پر ہوتا ہے۔"

ہضم و تحلیل غذا:

ہر حلق سے نیچے اترنے والی غذا پہلے معدہ میں آتی ہے۔ معدہ کے غدود ریشے اس کو چھوٹے چھوٹے اجزاء میں توڑ کر حریرہ کی صورت میں بنا دیتے ہیں۔ فضلات تو بذریعہ امعاء بول و براز کی صورت میں خارج ہو جاتے ہیں لیکن رقیق جوہر کیلورس دل میں آتا ہے۔ جگر اس کا مطبخ ہے جو اپنی حرارت سے غذا کو پکاتا ہے۔ جہاں اخلاط بنتے ہیں۔ جو دل میں بصورت خون (خلط و مرکب) آتے ہیں۔ دل پھر اس لطیف جوہر کو پکارتا ہے کیونکہ یہ اپنی ہمہ دم حرکت کی وجہ سے جگر سے زیادہ گرم ہوتا ہے۔ اس سے پہلے اس عمل سے بھاپ یا بخارات ہر حصہ بدن عضو و خلیہ میں سرایت کر جاتی ہے۔ اسی کو روح حیوانی کہتے ہیں۔ اسی روح سے انسان میں احساس عقل اور زندگی ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی روح حیوانی کو شرع میں روح نسمہ اور اسی کو نفس بھی کہتے ہیں کیونکہ نفس کے معنے پھونکنے اور پھیلنے کے ہیں اور چونکہ یہ پورے بدن میں پھیل جاتا ہے۔ اسی لئے اس کو نفس کہتے ہیں۔ ثابت یہ ہوا کہ انسانی زندگی کا مدار دل پر ہی ہے۔ یہ دل ہی روح حیوانی پیدا کرتا ہے جو مقام بدلنے پر نفسانی اور طبعی کے ناموں سے پکاری جاتی ہے۔ اسی روح سے ہی بدن انسان میں حرارت‘ احساس کی توفیق پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بدن انسان کی اصل و بنیاد دل ہے دماغ نہیں۔

جس طرح زندگی کا مدار دل پر ہے۔ اسی طرح ہر جذبہ عمل محبت و عداوت‘ حسد و بغض بھی دل ہی سے ابھرتے ہیں۔ سب اعضاء دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ دماغ دل ہی کا غلام ہے۔

ایک اہم راز کی بات:

یاد رکھنے والی اہم بات ہے کہ ہر علم و شعور پہلے دل ہی میں ہوتا ہے لیکن دل میں یہ ایک مختصر و مجمل خاکہ ہوتا ہے۔ دماغ میں جا کر اس کی تفصیل و تفسیر ہوتی ہے۔ جو پھیل کر کئی جزئیات میں بٹتا ہے۔ انہی جزئیات سے نظریات قائم کئے جاتے ہیں اور ان نظریات سے پروگرام جو بار بار کے تجربہ و مشاہدہ سے قانون کی صورت اختیار کر لیتے ہیں لیکن اصل بات پھر وہیں آتی ہے کہ یہ تفصیلات اسی طرح اپنے اجمال کے تابع ہوتی ہیں۔ جس طرح دماغ دل کے ماتحت اسی بناء پر شروع میں اصلاح قلب پر زور دیا گیا ہے اور صوفیاء کرام نے اس کے مختلف طریقہ ہائے اصلاح یا علاج حسب موقع و مناسب مقرر کئے ہیں۔ کیونکہ دل درست ہو گا تو دماغ

اور باقی سب اعضاء کے اعمال و اخلاق و کمالات بھی ٹھیک ہوں گے ورنہ نہیں ؎

مجھے ڈر ہے اے دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگی عبارت ہے تیرے جینے سے

دل و دماغ کا باہمی تعلق اور افکار و نظریات:

دل اور دماغ کا بڑا گہرا باہمی تعلق ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے دماغ بھی بہت عمدہ و اعلیٰ عضو رئیس ہے۔ کیوں کہ کسی شے کو جس سے کوئی مناسبت ہوتی ہے۔ وہی اس کی جلیس و ہم نشین و مشیر ہوتی ہے۔ دل واردات کا مرجع ہے۔ دل میں جو پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ دماغ اس علم کی شرح و تفسیر و تفصیل بیان کرتا ہے وہ اس طرح کہ دل اپنے علم کو اجمالی صورت میں دماغ کے سامنے لاتا ہے۔ وہ بات و خیال دماغی نالیوں میں چکر کھاتا ہے یعنی احساسات و مشاہدات سے تطبیق دے کر اس کے مطابق معلومات جمع کرتا ہے۔ پھر وہ علم جو نقطہ باریک ہوتا ہے۔ نظریہ بن جاتا ہے۔ یہ نظریہ پروگرام کی صورت اختیار کر کے شائع ہوتا ہے۔ جس سے پارٹی یا جماعت وجود میں آتی ہے اگر دل پہلے پہل دماغ کو علم کا بیج نہ بھیجے تو نہ نظریات بنیں نہ پروگرام نہ تنظیم و جماعت بنتی۔ اسی حقیقت کی بناء پر اسلام اور اسلامی تعلیمات بڑے دعویٰ سے دل کو ہی اصل قرار دیتی ہیں او باقی اعضاء کو اس کے تابع ایک حدیث شریف میں ہے کہ **استفت استفت بقلبک فان القلب خیرالمفتی** جب کوئی معاملہ پیش ہو تو تم اپنے دل سے فتویٰ لے لیا کرو۔ آدمی کا دل مخلص ہوتا ہے وہ صحیح اور غلط بات میں فرق بتاتا ہے لہٰذا دل سب اعضاء کا مرکز نبض کی حرکت بھی تابع قلب تو نبض کی پہچان قلب کی پہچان ہے۔ اس اعتراض کو قانون مرکزیت کے تحت مزید ذہن نشین کرلیں کہ ساری تحریر کا مرکزی نقطہ یہی ہے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ ماہر نباض بہت کچھ معلوم کر سکتا اور نبض دیکھ کر بیان کر سکتا ہے۔

قانون مرکزیت یا قانون دائرہ:

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ نبض صرف حرکات قلب سے ہی آگاہی بخشتی ہے تو اس کا جواب عرض ہے کہ نبض بے شک حرکات قلب اور قوت حیوانیہ کے تابع ہے لیکن آپ قلب کی حقیقت و ماہیت سے کلی طور پر آگاہ نہیں ورنہ یہ اعتراض نہ کرتے کیونکہ کارخانہ ہستی کے قدرتی نظام کا مطالعہ کرتے ہوئے تجربہ و مشاہدہ اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ

قدرت الٰہی یا سنت اللہ کا نظام جس پر وہ کار فرما ہے۔ وہ قانون مرکز یا قانون دائرہ کہلاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے مخلوق اور نظام خلقت کی حفظ و بقاء و ارتقاء کے لئے ہر ہر مقام پر ہر ہر شاخ کے وجود میں جو صورت اختیار کر رکھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کوئی ایک وجود یا عضو تو بحیثیت مرکز ہوتا ہے اور باقی اجسام و اعضاء ایک دائرہ کی صورت میں اپنے مرکز کے چاروں طرف محیط ہوتے ہیں۔ اور سارے دائرہ کی حیات حفظ و بقا و ارتقاء کا انحصار صرف اور صرف اس مرکزی وجود کی حفظ و بقا و ارتقاء پر موقوف ہوتا ہے اگر وہ اعضاء جو اس دائرہ سے متعلق ہیں۔ اپنے مرکز سے علیحدہ کر دیئے جائیں یا کسی سبب یا وجہ سے خود مرکز سے باہر ہو جائیں تو فی الفور ان کا نظام ہستی و حیات حفظ و بقا و ارتقاء درہم برہم ہو جاتا ہے اور جدا ہونے والے وجود اعضاء افراد یا شاخ ہائے شجر فنا ہو جاتے ہیں۔

قانون مرکزیت کی وسعت:

یہ قانون مرکزیت و دائرہ نظام ہستی کے ہر ہر ذرہ ہر جزو و عضو اور ہر حصہ میں واضح نظر آتا ہے۔ ایک ایٹم ہو یا شمسی نظام سب جگہ اسی کی حکمرانی ہے۔

نظام شمسی میں اربوں کھربوں ستارے ہیں۔ عطارد، زہرہ، مشتری، قمر، مریخ، و زحل کو چھوڑیئے کہکشاں اور دیگر لاتعداد ستاروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جو زیر فلک پھیلا ہوا ہے۔ وہ بھی ایک نظام رکھتا ہے۔ ان کی زندگی و حرکت بھی اسی قانون مرکزیت کے تحت ہے۔ ہر متحرک سیارہ کا اپنا جداگانہ حلقہ و دائرہ ہے لیکن ہر سیارے کا دائرہ الگ ہونے کے باوجود ہر دائرہ کا نقطہ حیات و بقایا نیوکلیئس سورج کو مرکزی نقطہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہر ستارہ حقیقت میں اپنے مرکز کا طواف کرتا نظر آتا ہے۔ اس کی ساری زندگی و بقا آفتابی مرکز کی اطاعت پر موقوف ہے۔

یہ کرۂ ارض جس پر ہم خود اور دوسری بے شمار مخلوق بستی ہے۔ یہ بھی ایسے ہی دائرہ کی ایک کڑی ہے۔ دن رات اپنے مرکز کے گرد چکر لگانے اور فرمانبرداری میں مصروف ہے۔ ہر ستارہ کے دور گردش اور چکر کے لئے حکمت الٰہی سے ایک خاص راستہ اور ایک خاص وقت مقرر ہے۔ کوئی ستارہ اپنے مقرر کردہ راستہ یا وقت سے باہر نہیں جا سکتا نہ ہی اپنے وقت و راستہ کو بدلنے کی اس میں قدرت و طاقت ہے۔ نہ ہی مرکز سے جدا ہو کر زندہ رہنے کا امکان ہے۔ اسی حقیقت کو سورہ یٰسین میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے: **لاالشمس ینبغی لھا**

ان تدرک القمر ولا الیل سابق النہار کل فی فلک یسبحون "اس قانون مرکزیت کو ہم حرکت و حیات کی بلندی سے لے کر زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے گوشہ کو دیکھیں۔ ہر جگہ حیات و بقاء اسی قانون کے تحت نظر آئیں گے۔

علم نباتات و قانون مرکزیت:

جب کوئی شخص خود رو گھاس پھونس سے لے کر نباتات کی اعلیٰ و ارفع نسلوں تک دیکھتا ہے تو ان بھی یہی قانون مرکزیت نظر آتا ہے۔ یاد رہے نباتات کا کمال ارتقاء اور حیوانی زندگی سے مشابہت شجر خرما ہے۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث شریف جو محقق نصیرالدین طوسی نے اخلاق ناصری میں عمل ارتقاء کی بحث میں نقل کی ہے' درج ذیل کی جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: حضور ختمی المرسل ﷺ نے فرمایا **اکرموا عمتکم انخلة هی تولد من بقیة الطیبن الادم اوکما قال** "اپنی پھوپھی کھجور کا احترام و اکرام کرو یہ حضرت آدم علیہ السلام کی باقی ماندہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے۔" نباتات کی اجتماعی وحدت بھی بڑی وسیع کثرت سے مرکب نظر آئی ہے۔ جیسے جڑ' تنا' ڈالیں' شاخیں' پتے' کونپلیں' پھول' پھل وغیرہ لیکن سب کی زندگی ایک ہی مرکزیتی جڑ سے وابستہ ہے۔ جو پھول پتہ یا شاخ اپنے مرکز سے جدا ہوا موت آدھمکی اور فنا کی آغوش میں چلا گیا۔ گویا انفس ہو یا آفاق سب مقامات پر سنت اللہ یا قانون قدرت یکساں کار فرما نظر آتا ہے۔

شہر وجود:

بنی نوع انسان کی تخلیق اگرچہ دوسری مخلوقات سے بالکل جداگانہ ہے۔ یہ دست قدرت کا شاہکار ہے اور زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب و خلیفہ ہے۔ تاہم انسانی وجود باوجود یہ کہ بے شمار ظاہری و باطنی اعضاء سے مرکب نظر آتا ہے اور ہر عضو کا ایک علیحدہ فعل اور منفرد خاصیت ہے۔ تاہم بدن انسان کے تمام اعضاء ہر عضو کے ذرات و خلیات ایک ہی مرکز کے تابع ہیں۔ تمام اعضاء اور خلیات کی زندگی کا مرکز دل ہی ہے اگر کسی ایک عضو کو دل سے جدا کر دیا جائے تو کوئی بھی عضو زندہ نہیں رہ سکتا۔

مقام مرض صرف دل ہے:

اسی لئے روحانی ہوں یا جسمانی کیفیاتی ہوں یا نفسیاتی عضوی ہوں یا خلطی ہر قسم کے امراض

و اعراض کا مرکز دل ہی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فی قلوبھم موض** کہ مرض مادی ہو یا اخلاقی ان کے دلوں میں ہے اور شارح کتاب اللہ نبی و رسول اللہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا کہ **الا ان فی الجسد مضغة فاذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب** قرآن حکیم یہ حقیقت کئی جگہ بیان کرتا ہے اور واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ اجسام و اشیاء کی زندگی اپنے اپنے مراکز سے وابستہ ہے اسی طرح نوع انسانی اور افراد کی ذہنی و جسمانی بقاء کا دارومدار بھی قانون مرکزیت سے وابستہ ہے اور دل ہی وہ بادشاہ عظیم ہے جو بدن انسان کی سلطنت میں اپنے مشیروں (دماغ و جگر) کی وساطت سے بلاشرکت غیرے حکومت کرتا ہے۔ دل ہی کا کام حکم نافذ کرنا بدن اور اعضاء کا نظم قائم رکھنا اجتہادی امور میں حکم لگانا امن و خوف صلح و جنگ فتح و شکست اضطراب و غلط فہمی صحت و عدم صحت کی حالت میں حسب ضرورت مختلف مقامات بدن پر خون پہنچانا۔ اس کی حرکت کو حالات کے مطابق ست یا تیز کرنا' مقابلہ کے لئے ڈٹ جانا' خوف کی حالت میں فرار کے اقدام کرنا یہ سب دل کے ذمہ ہے۔ رہا دماغ تو حصول علم بھی بنیادی طور پر دل کا فعل ہے۔ دماغ میں جزئیات و تفصیلات و استنباط مسائل ہوتا ہے کلیات کا کام بھی دل ہی کے تحت ہوتا ہے۔

ابتدائی خلیہ کی زندگی:

جب کسی خلیہ کی ابتدائی زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو اس میں ہمیں 1 مادہ حیات (پروٹوپلازم) 2 نقطہ حیات نیوکلیس 3 اور جوہر حیات نیوکلیولس نظر آتے ہیں اور خلیہ تقسیم در تقسیم ہو کر اپنے جیسے مزید خلیات پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ جو پہلو بہ پہلو نوک بہ نوک وغیرہ ہو کر مختلف قسم کی بافتیں انسجہ یا ٹشوز بناتے چلے جاتے ہیں۔ اس ایک خلیہ میں بھی ایک مرکز ہوتا ہے۔ جب تقسیم خلیہ کے وقت یہ جوہر جس پر اس کی مرکزیت قائم ہوتی ہے۔ کسی حصہ خلیہ میں موجود نہیں ہوتا تو وہ حصہ مردہ ہو جاتا ہے۔ یہ گویا خلیہ و نطفہ ہو یا مکمل بدن انسان اس میں نظم و ضبط اور ربط و تعلق کے لحاظ سے مرکزیت کا نظام موجود ہوتا ہے۔ جب یہ نظم و ضبط باقی نہیں رہتا یا اس میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنا مقررہ فریضہ انجام دینے میں افراط یا تفریط کا شکار ہو جاتا ہے تو ایسی حالت کو مرض سے تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ اس افراط و

تفریط یا خرابی و بگاڑ کے مدارج ذہنی اور طبعی ہر دو لحاظ سے بے شمار ہو سکتے ہیں۔ اسی بناء پر کائنات بدن انسان میں مختلف اقسام کے اعراض و امراض جنم لیتے ہیں۔ جو مقام و حالات و اسباب یا ظاہری علامات کی مناسبت سے مختلف ناموں سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔ ورنہ بنیادی طور پر امراض اتنے نہیں جتنے تصور کئے جاتے ہیں۔ میں اس امر کی وضاحت آگے چل کر مناسب موقع پر کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہاں جو بات ذہن نشین کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ جب کبھی کوئی زندگی منتشر ہوتی ہے اور کسی نظم و ضبط یا مرکز کی تابع نہیں ہوتی تو وہ بیماری یا شیطنت کی راہ کہلاتی ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے ماحول اجناس و انواع سے طبعی طور پر جدائی پائی جاتی ہے لہٰذا انفرادی وجود یا زندگی حقیقت میں کوئی زندگی یا وجود نہیں۔

کینسر:

کینسر عصر حاضر میں جو ایک چیلنج بنا ہوا ہے اور فرنگی تحقیقات کی رو سے جو ناقابل علاج تصور کیا جاتا ہے (حالانکہ یہ قابل علاج ہے اور ہم اس کا شافی علاج جانتے اور کرتے ہیں۔ حکیم شاہین) وہ بھی محض اسی لئے ہے کہ اس میں انفرادی زندگی ہے۔ جماعتی یا متحدہ نظم و ضبط کے تحت زندگی نہیں پائی جاتی۔ ایسے حصہ جسم کے اعمال حیات میں انتشار پایا جاتا ہے۔ جو ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے جبکہ اتحاد میں تناسب اور صحت ترکیب ضروری ہوا کرتی ہے۔

کینسر کی حالت میں امتزاج نہیں پایا جاتا بلکہ کسی ایک عضو یا اعضاء اور خلا جسم میں مواد اکٹھا ہو جاتا ہے۔ جو بڑھتے بڑھتے تخمیر و تعفن کا شکار ہو کر متعلقہ اعضا میں سڑاند کی نظر ہو جاتا ہے جیسے کسی پھل ترکاری یا مردہ جسم میں تعفن پیدا ہو کر اس میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ انہی مردہ خلیات میں تعفن سے پیدا شدہ سنڈیوں' کیڑوں یا جراثیم کو فرنگی طب نے لحمی ریشے' مسکولر ٹشوز سمجھ لیا ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے ان کیڑوں کو ایسا تصور کر بھی لیا جائے تو بھی وہ متعلقہ اعضاء سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے کیونکہ امتزاج میں کمیت سے زیادہ کیفیت کا اتحاد ہوتا ہے یعنی جو کوئی عضو یا خلط کسی دوسرے عضو یا خلط کے ساتھ ملحق کی جائے ان کا اجتماعی مزاج متحد ہو ' عضو کی کیفیت اور مزاج سے ملتا ہو ایسا نہ ہو کہ دو ایسے اعضاء کو ملا دیا جائے جن کی طبیعتیں' خصلتیں' استعداد و صلاحیت باہم وگرگوں متضاد ہوں۔ اگر ایسا ہو گا تو اتحاد کی بجائے بُعد و جدائی ہو گی۔ اسی طرح کینسر میں جو گندا مواد ہوتا ہے۔ وہ نہ کسی عضو کی طبیعت سے مناسبت

رکھتا ہے نہ ہی کسی خلط سے بلکہ ان میں شدید قسم کا فساد و بگاڑ پیدا کر دیتا ہے۔

فساد ہر شے کی طبیعت میں پوشیدہ ہوتا ہے:

ہم روزمرہ کے مشاہدہ میں یہ حقیقت واضح طور پر دیکھتے ہیں کہ فساد ہر شے کی طبیعت میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ یعنی خرابی و بگاڑ کے لئے کسی قسم کی جهد و سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کسی ایک حالت میں کسی شے کے پڑے رہنے سے خود بخود اس میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں روزانہ استعمال ہونے والی غذا کی مثال ہی کافی ہے مثلاً کسی برتن میں دودھ رکھ دیں اگر وہ دھوپ یا گرمی میں پڑا ہو گا تو چند گھنٹوں کے اندر اندر اس میں فساد پیدا ہو جائے گا اور فطری مزاج کے برعکس اس میں خرابی پیدا ہو جائے گی۔ اسی طرح کسی ظرف میں کوئی سالن خواہ کتنی محنت سے تیار کیا جائے وہ بھی پڑا پڑا خراب ہو جائے گا۔ یہ خرابی اس کے اندر سے ہی ظاہر ہونے لگے گی جبکہ تعمیر و اصلاح اور حفاظت کے لئے اس کی نگہداشت پر محنت کرنی پڑے گی اور ایسے ماحول کی تلاش رہے گی جو اس کے مزاج میں جلد تعفن و فساد نہ پیدا ہونے دے۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ ہمیشہ فساد و تعفن رطوبتی ماحول یا گرم ماحول میں جلد پیدا ہوتا ہے جبکہ اس کے برخلاف سرد اور خشک کیفیات میں جلد تعفن و فساد پیدا نہیں ہوتا اور اگر ہو جائے تو پھر اس کی اصلاح کے لئے انتہائی محنت اور تدابیر اختیار کرنا پڑتی ہیں۔

اس ساری قیل و قال کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ کائنات کی ہر شے قانون مرکزیت کے تابع رہ کر ہی اپنے طبعی و فطری افعال انجام دے سکتی ہے اور اپنے مرکز سے جدا ہو کر موت و فنا سے دوچار ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی ہے کہ عناصر باہم مل کر ایک نئے مرکب وجود میں متشکل ہو جاتے ہیں۔ پھر اسی قاعدہ کے تحت اعضاء باہم ملتے ہیں تو ایک نظام اور صورت کامل انسان وجود میں آتا ہے۔ انسانی وجود کا کوئی عضو الگ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جب تک وہ اپنے مرکزی جسم کے دیگر اعضاء سے مل کر نہیں رہتا۔ اسی حقیقت کا نام امتزاج ہے کہ ہر عضو اپنے صحیح و مناسب عضو کے ساتھ مل اور جڑ کر اس طرح متحد ہو کہ یہ عضو اسی جگہ مناسب تھا۔

ایسا نظم و ضبط قائم رہنے کے لئے لازم ہے کہ تمام اعضاء جسم اپنے اپنے مقام پر قائم اپنے اپنے دائرہ میں محدود اپنے اپنے فرائض و اعمال انجام دینے میں کرکٹ ٹیم کی طرح سرگرم رہیں اور مطلوبہ خواص و صفات جب ہی حاصل ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ جب ان سب اعضاء پر کوئی بالاتر فعال و مدبر طاقت موجود ہو تاکہ جدا جدا اعضاء متحد وجود کی صورت میں رہ سکیں۔ جس طرح تمام نظام کائنات کا مدبر خود خالق ارض و سموات وما بینھما رب العزت ہے۔ اسی طرح بدن انسان میں یہ تدبیر و اصلاح تابع قلب ہے۔

یہاں ضمنی طور پر ایک بات اور کہتا چلوں کہ یہ فرنگی نے جو بعض اعضاء و امراض میں خصوصی ماہرین (سپیشلسٹ) کا حوا کھڑا کیا ہے وہ بھی بے معنی ہے۔ آنکھ، کان، ناک، حلق کو خون دل سے آتا ہے۔ اخلاط میں نضج و انضباط جگر و غدد کے ذریعہ ہوتا ہے اور احساسات اعصاب و دماغ کے ذریعہ کیلوس و کیموس معدہ و جگر میں تیار ہوتے ہیں۔ رطوبتی فضلات خون گردوں کے ذریعہ اخراج پاتے ہیں اور بخاری فضلات بذریعہ تنفس و ریتین اور عروق خشنہ کے ذریعہ اخراج پاتے ہیں، پھر مرکزیت کے قانون کے تحت آنکھ سن نہیں سکتی بلکہ صرف دیکھ سکتی ہے۔ کان سونگھ نہیں سکتے لہٰذا جب تک من حیث المجموع نظام بدن انسان سامنے نہ ہو۔ اس وقت تک ایسے دعاوی باطل ہیں یہ مجرباتی اور تجارتی نقطہ نظر سے تو درست ہو سکتے ہیں لیکن ازروئے حقیقت ایسے علاج یا خصوصی مہارت کا فن سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی کو ظنی علاج کہتے ہیں۔ فرنگی طب ہو یا دیگر فرنگی علوم و فنون وہ معانی کی جگہ لفظوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ناموں کے اختلاف کی آڑ میں اس نے اقوام عالم کو باہم لڑایا ہے جبکہ اختلاف مسمی میں نہیں اسم میں ہی ہے۔

خلاصہ بحث:

حاصل کلام یہ ہے کہ مرکز کی معیت و رفاقت اور اس کی اطاعت پر منظم و منضبط زندگی کا دارومدار ہے۔ مرکز کی حرکت پر حرکت مرکز کے سکون پر سکون۔ اس کی طلب پر لبیک اس کی دعوت پر اتفاق نہ ہو تو زندگی انتشار و انشقاق کا شکار ہو جاتی ہے۔ بدن انسان میں جملہ قسم کی حرکات قلب و عضلات کے تحت سرزد ہوتی ہیں۔ قلب کی رفتار سست ہو تو اعضاء کو خون و اخلاط کی ترسیل کماحقہ نہیں ہو سکتی اور قلب کے ضعف پر تمام اعضاء ضعیف و تحلیل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور اس کی حرکت کے بند ہو جانے پر رشتہ حیات منقطع ہو جاتا ہے۔ کی

عضو کو بھی نہ خون اور اجزاء خون کی ترسیل ہو سکتی ہے نہ ہی وہ انفرادی طور پر اپنی زندگی برقرار کر رکھ سکتے ہیں لہٰذا کسی جسم کے لئے لازم ہوا کہ اس سے متعلقہ اعضاء میں مشین کے کل پرزوں کی طرح باہم نظم و ضبط اتفاق و اتحاد' جمعیت' سمع و اطاعت ہو پھر اسی نظم اور مرکزی قانون کے حسب مناسبت وجود تقاضا و ضرورت کے مطابق مطلوبہ نظام لبریکیشن آئلنگ یا ترسیل خون و متعلقات و خون و روح کی نقل مکانی اور خلاف طبیعت و تقاضا اور اعضاء و اجسام کے طبعی و فطری ماحول و حالات و واقعات و حادثات کے خلاف رونما ہونے والے اعمال و افعال کے خلاف جہد و کوشش بھی اسی نظم کے تحت ہو جو اس وجود کا طبعی تقاضا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا یہ قلب ہی جسم انسان میں وہ امام ہے جس کی حرکت پر اعضاء کی حرکت' جس کے سکون پر اعضاء کا سکون جس کے جھکنے پر اعضاء خون و ارواح جھکتے ہیں اگر قلب کی متابعت میں اعضاء کی حرکت ہے تو نظم قائم رہتا ہے ورنہ انتشار و فساد۔

قلبی خواہش پر اعضاء تعمیل احکام کرتے ہوئے جسم و روح کا رشتہ کاٹنے والی قوتوں کے خلاف مقابلہ کرتے ہیں تو یہی ان کا جہاد ہے جو شرائین کی وساطت سے کسی عضو یا ایک سے زیادہ اعضاء کی طرف روح و خون کی رسد پہنچانے سے واقع ہوتا ہے۔

نبض کی حرکت:

چونکہ نبض روح کے ظروف دل اور شریانوں کی حرکت کا نام ہے جو انبساط (پھیلنے اور انقباض (سکڑنے) سے مرکب ہوتی ہے اور اس حرکت کا مقصد سانس اندر لے جانے سے

نسیم جذب کر کے روح کو تسکین و تبرید پہنچانا اور سانس باہر نکالنے سے دخان (کاربن اور فضلات خون) کو خارج کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے علماء فن نے حرکت کی اقسام مقرر کی ہیں جو عرف عام میں چار اور بعض نے آٹھ شمار کی ہیں۔

حرکت کی تعریف:

حرکت کی سہل ترین تعریف یہ ہے کہ کوئی جسم قوت سے بتدریج فعل میں آوے۔ بتدریج سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ اس میں کچھ زمانہ صرف ہو خواہ یہ زمانہ یا وقت ایک لمحہ ہو یا منٹ یا دن لہٰذا حرکت خواہ کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو۔ تمام حرکات کو بتدریج کہنا ہی لازم آتا ہے۔

حرکت اینیہ یا حرکت مکانیہ:

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چلنا پھرنا اور دوڑنا بھی حرکت ہے۔ ایسی حرکت کو اطباء حرکت اینیہ یا حرکت مکانیہ کہتے ہیں کیونکہ چلنے پھرنے سے متحرک جسم کا مکان اور اس کی جگہ بدلتی رہتی ہے۔

حرکت ابنیہ:

اسی طرح چکی کا اپنے مدار یا قطب (درمیانی کیل) کے گرد گھومنا بھی حرکت کہلاتا ہے۔ جس میں متحرک جسم اپنی جگہ (نچلے پتھر کے دائرہ) پر تو قائم رہتا ہے مگر اس کی وضع بدلتی رہتی ہے۔ ایسی حرکت کو حرکت وضعیہ کہا جاتا ہے۔

حرکت کمیہ:

اسی طرح گرمی و حرارت کے اثر سے پارے کا پھیلنا اور کسی بیج یا تخم سے کسی بال شاخ یا درخت کا بڑھنا بھی حرکت اور سردی سے پارے کا سکڑنا یا اسہال کی صورت میں بدن سے مواد کا اخراج بھی حرکت ہے۔ گویا کہ اس حالت (حرکت کمیہ) میں کسی جسم کی مقدار بدلتی (کم و بیش ہوتی) رہتی ہے۔ جب کسی جسم میں کوئی شے بطور اضافہ ملتی ہے تو ایسی حالت کو نمو کہا جاتا ہے جیسے درختوں کا بڑھنا اور اگر بلا کسی اضافہ یا کوئی شے شامل ہوئے بغیر کوئی جسم بڑھتا ہے تو وہ تخلخل کہلاتا ہے۔ جیسے پارہ کا حرارت کے اثر سے پھیلنا اسی طرح کسی جسم کی مقدار گھٹنے کو بھی دو اقسام میں منقسم کیا جاتا ہے جیسے عمل تکاثف (کثیف ہونا اجزاء کا باہم متصل و چسپاں ہونا) مثلاً سردی سے پارے یا پانی کا حجم کم ہو جانا دوسری صورت میں کسی جسم سے کوئی مادہ یا مواد کم ہو جائے جیسے دست اور پاخانے آکر بدن کمزور ہو جاتا ہے۔ اس حالت کو ذبول کہتے ہیں۔

حرکت کیفیہ:

اس حالت میں کسی جسم کی صرف کیفیت بدلا کرتی ہے جیسے کوئی شے گرم یا سرد ہو جائے۔ گویا کل چار قسم کی حرکات ہوئیں جو حرکت مکانیہ' حرکت وضعیہ' حرکت کمیہ' اور حرکت کیفیہ ہیں لیکن یاد رکھیں کہ یہ حرکت کی تعریف اور اس کے متعلقہ معمولات کا بیان علم و فن طب سے وابستہ ہونے کے بجائے اس کا تعلق فلسفہ طبعی سے ہے لہٰذا اس (حرکت کے فلسفہ سے بحث یہاں ضروری نہیں اگر شوق ہو تو مطولات میں دیکھی جا سکتی ہے البتہ یہ بات یاد

رکھنے کی ہے۔ اطباء نے حرکت نبض کے بارے میں یہ بحث بھی کی ہے کہ آیا نبض کی حرکت ذاتی ہے یا وہ دل کے پھیلنے اور سکڑنے سے پیدا ہوتی ہے اور اس بارہ میں بھی اطباء میں اختلاف ہے۔ جیسے جالینوس کے خیال میں شرائین میں حرکت کرنے کی ذاتی قوت ہوتی ہے خواہ یہ قوت حیوانیہ ہو یا طبیعہ اور یہ حرکت دل کے تابع نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شریان کی حرکت دل کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے۔ (یہی مذہب حق بھی ہے' شاہین) یہ مذہب علامہ علاؤ الدین قرشی مؤلف موجز القانون کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب دل پھیلتا ہے تو شرائین بدن سکڑتی ہیں اور جب دل سکڑتا ہے تو شریانیں پھیل جاتی ہیں۔ (بوجہ آمد روح و خون) اس کے علاوہ بعض متقدمین کا خیال ہے کہ دل کے انبساط یعنی پھیلنے کے وقت شریانیں پھیلتی اور دل کے سکڑنے کے وقت شریانیں سکڑتی ہیں۔

احقاق حق:

سچی بات وہی ہے جو علامہ قرشی نے کہی ہے کیونکہ ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب کسی پچکاری' سرنج یا ایسے ہی کسی اور آلہ کو دباتے ہیں تو اس سے مواد باہر کی طرف خارج ہوتا ہے۔ اسی طرح جب دل سکڑتا ہے تو پھیپھڑوں میں سے دل میں ہو کر آنے والا خون بڑی شریانوں کی طرف خارج ہوتا اور ان سے چھوٹی شریانوں میں آتا ہے۔ جن سے خارج ہو کر عروق شعریہ (آرٹیریز) میں اور ان سے جداول کیپلیریز میں اور وہاں سے اعضاء کی خلاؤں کو مترشح ہوتا ہے جو ان کی غذا بنتا ہے اور جب دل پھیلتا ہے تو دل کے گرد قریبی شریانوں اور وریدوں سے خون و روح دوڑ کر پھر دل کی طرف آتا ہے اور دل کے خالی خانوں کو بھر دیتا ہے گویا وہی قانون مرکزیت کار فرما ہے۔

دوسری بات شریانیں ہوں یا دل' ان کے پھیلنے اور سکڑنے کا عمل ان کے عضلات پر منحصر ہے اور عضلات کے پھیلنے اور سکڑنے کا عمل ان کا ذاتی عمل ہوتا ہے۔ یہ پھیلاؤ حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب حرات میں کمی واقع ہوتی ہے تو سکڑتا ہے لہٰذا تمام جسم کے جملہ عضلات اپنی حرکت حرارت کے تحت خود قائم رکھتے اور گرمی و حرارت کی کمی و نفی پر ختم کر دیتے ہیں۔

جدید سائنس:

جدید سائنس کی تحقیقات سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قوت سے حرکت، حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ کوئی ایٹم ہو یا خلیہ و بیج جہاں کہیں بھی عمل نمو و نظام زندگی موجود ہو گا۔ اس میں یہی قانون پایا جائے گا۔ نبض دیکھتے وقت مریض کے جسم میں طبیب اس کی قوت، حرکت اور حرارت کی ہی کمی بیشی کو دیکھتا ہے۔ اسی قوت و حرکت اور حرارت کے اصول کے تحت ہی باقی اجناس نبض کو جانچا جاتا ہے۔ نبض کی دو حرکات انبساط و انقباض اور دو سکون ہوتے ہیں جن سے مل کر ایک نبضہ بنتا ہے چونکہ دونوں حرکتیں انقباض اور انبساط (سکڑ اور پھیلاؤ) ایک دوسری سے متضاد ہیں اور ہر دو حرکات کے درمیان سکون ہونا بھی لازم ہے۔

نبض دیکھنے کا طریقہ:

طبیب کے پاس نبض دیکھنے کا آلہ اس کی انگلیاں ہوتی ہیں اگرچہ ان دنوں الیکٹرانک آلہ نبض پیما بھی ہے لیکن وہ طبیب کی انگلیوں کے مقابلہ میں ایک لغو سی بات ہے کیونکہ نہ اس میں ادراک ہے نہ ہی احساس کیفیات و اعراض و احوال ہے نہ ہی نبض کے نبضوں یعنی ٹھوکر سے پیدا ہونے والے ارتعاش و اصوات موسیقاریہ کی تفہیم کا شعور ہوتا ہے۔ (حکیم محمد صدیق شاہین) اس لئے طبیب کو چاہیئے کہ اپنی چاروں انگلیاں مریض کی کلائی پر انگوٹھے کی جانب رکھے پھر شریان کی حرکت کا احساس کرے یہ احساس اس کو درج ذیل اجناس میں معلوم ہو گا:

نبض کی اجناس:

جمہور اطباء کرام نے نبض کی دس مفرد اجناس مقرر فرمائی ہیں جو یہ ہیں: 1-مقدار، 2-قرع نبض، 3-زمانہ حرکت، 4-قوام آلہ، 5-مقدار رطوبت یعنی خلا و امتلا نبض، 6-زمانہ سکون، 7-کیفیت شریان یعنی اس کی گرمی یا سردی، 8-استواء و اختلاف نبض، 9-وزن حرکت، 10-نظم نبض، یہ دس اجناس نبض مفرد کہلاتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی وضاحت اختصار کے ساتھ درج ذیل کی جاتی ہے:

نبض مقدار:

چونکہ نبض ایک آلہ یا تڑپنے والی رگ ہے۔ جس کو سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کے لئے ہم ایک قلم یا کیل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جس کا ایک طول ہے اور ایک عرض اور تیسرے عمق

ہے۔ اس لئے جنس مقدار کی بھی تین ہی اقسام بنتی ہیں یعنی 1- طویل، 2- عریض، 3- اور مشرف کہلاتی ہیں۔ پھر ان تین اقسام میں سے ہر ایک کی تین تین صورتیں بن جاتی ہیں۔ جو افراط تفریط اور اعتدال کو ظاہر کرتی ہیں۔ گویا نبض مقدار کی کل نو صورتیں ہوتی ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

طویل یعنی لمبی نبض:

طویل نبض وہ کہلاتی ہے۔ جس کے اجزاء بلحاظ طول اس معتدل (صحت مند) فرضی شخص کی نبض کے تناسب سے لمبائی میں زیادہ محسوس ہوتے ہیں۔ ایسی نبض حرارت کی زیادتی کی دلیل ہوتی ہے۔

(ب) جنس مقدار کی پہلی صورت طویل نبض کے بالمقابل قصیر ہے۔ نبض قصیر نبض کے لحاظ سے (تو صحت مند شخص کی) طویل کے مقابلہ میں اس کی لمبائی کی کمی کو ظاہر کرتی ہے لیکن درحقیقت نبض قصیر کا تعلق بھی طویل ہی سے ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہ اس کے مقابلہ میں چھوٹی ہوتی ہے۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ حرارت کی کمی ہے ورنہ یہ بھی پارہ کو حرارت پہنچنے کی مانند اپنے ظرف میں پھیل جاتی لیکن اب بوجہ سردی سکڑ گئی ہے۔

(ج) نبض معتدل:

معتدل یا درمیانی نبض وہ حالت ہے جب نبض بلحاظ طوالت کسی معتدل فرضی شخص میں طویل اور قصیر دونوں نبضوں کے درمیان پائی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہے تو یہ بھی وہی نبض طویل لیکن یہ لمبائی اور چھوٹائی کی نسبت معتدل (درمیانی) ہے، نہ چھوٹی نہ اتنی لمبی جو اس بات کی دلیل ہے کہ حرارت معتدل ہے۔

ضروری نوٹ:

طویل نبض سے مراد شریان کی وہ طوالت ہے جو کلائی کے طول میں واقع ہوتی ہے۔ اس سے صرف جسمانی حرارت کا اظہار ہوتا ہے جبکہ قصیر ہو تو حرارت کی کمی کی دلیل ہوتی ہے اور جب حرارت جسمانی ضروریات کے مطابق ہو تو اسے معتدل کہا جاتا ہے۔ گویا کہ یہ تین صورتیں ایک ہی نبض کی تین حالتیں ظاہر کرتی ہیں۔

پھر نبض چونکہ انگلیوں سے دیکھتے ہیں لہٰذا اس کی پیمائش لمبائی اور قصیر کو ناپنے اور جانچنے

کا آلہ اور معیار بھی انگلیاں ہی ہیں۔ یعنی نبض دیکھنے کے لئے چار انگلیاں استعمال کی جاتی ہیں اگر نبض کی لمبائی چار انگل تک یا اس سے بھی زیادہ محسوس ہو تو یہ نبض طویل کہلائے گی اور اگر لمبائی دو تین انگلیوں کے درمیان رہے تو معتدل اور جب دو انگلیوں سے بھی کم ہو تو نبض قصیر کہلائے گی۔

2- عریض نبض مقدار کی دوسری قسم یا صورت چوڑی نبض کی ہے یہ چوڑائی کلائی کی چوڑائی میں دیکھی جاتی ہے اگر چوڑائی معتدل فرضی سے زیادہ محسوس ہو تو رطوبت کی کثرت کی دلیل ہوتی ہے۔

(ب) ضیق:

ضیق تنگ کو کہتے ہیں جب نبض تنگ اور باریک ہو تو یہ ظاہر ہے کہ چوڑی یا عریض نہ ہو گی لہٰذا ایسی نبض سے رطوبت کی کمی معلوم ہوا کرتی ہے۔

(ج) معتدل (درمیانی) وہ نبض جو کلائی کی چوڑائی میں عریض اور ضیق کے درمیان ہو وہ رطوبت کے اعتدال کی دلیل ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا تحریر سے یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ عریض یا چوڑی نبض صرف بدن انسان اور خون میں رطوبت کی زیادتی کا پتہ دیتی ہے اور جب وہی کم ہو کر تنگ ہو جائے تو رطوبت کی کمی کی دلیل اور معتدل ہونا رطوبت کا اعتدال پر ہونا ظاہر کرتا ہے۔ یاد رہے کہ نبض طویل میں ہم اسی نبض سے حرارت کو جانچتے ہیں اور اسی نبض کو عرض میں دیکھ کر اس کی رطوبت کا اندازہ کرتے ہیں۔ گویا طول میں زیادتی حرارت کی زیادتی اور عرض میں زیادتی رطوبت کی زیادتی طول کے برعکس قصیر ہے جو حرارت کی کمی ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح عرض کے مقابلہ میں ضیق یا تنگی ہے جو رطوبت کی کمی کو ظاہر کرتی ہے اور طول کا اعتدال حرارت کا اعتدال پر ہونا اور عرض کا اعتدال رطوبت کا اعتدال پر ہونا ظاہر کرتا ہے۔

رطوبت یا عرض دیکھنے کا طریقہ کار:

نبض پر چاروں انگلیاں پوروں کے سروں پر کھڑی رکھیں یعنی ناخنوں کے سروں کی طرف کھڑی ہو جائیں پھر ان انگلیوں کے سروں سے نبض کو محسوس کریں اگر نبض آدھے پورے سے زیادہ چوڑی ہو تو عریض ہو گی اور اگر آدھے پورے تک ہو تو معتدل کہلائے گی اور اس

سے کم ہو تو ضیق تنگ کہلاتی ہے۔

3- (i) نبض کی پہلی جنس میں مقدار کی تیسری صورت کلائی کا عمق ہے۔ جس طرح کلائی کی لمبائی نبض کا طول جانچنے کے لئے اور کلائی کی چوڑائی نبض کا عرض معلوم کرنے کے لئے مقرر ہے۔ اسی طرح اس کا عمق نبض کی قوت و حرکت معلوم کرنے کے لئے مقرر ہے۔ جو قوت کا عملی مظاہرہ ہے گویا اس نبض سے یا اس صورت سے ہم قوت کا اندازہ کرتے ہیں۔ عمق سے مراد وہ دبازت ہے جو شریان کی اوپر والی سطح سے لے کر نچلی سطح تک ہوتی ہے جیسے کسی قلم یا کیل کو موٹائی کے قطر سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ناپا جاتا ہے۔

نبض مشرف:

نبض مشرف وہ ہے جس کے اجزاء معتدل فرضی شخص کی نبض کے مقابلہ میں بلندی میں زیادہ محسوس ہوتے ہوں' ایسی نبض حرکت کی زیادتی کا اظہار کرتی ہے۔ یہ نبض کلائی پر ہاتھ رکھتے ہی اوپر کی سطح پر معلوم ہوتی ہے۔

(ب) منخفض پست یا نیچی وہ نبض کہلاتی ہے جس میں شرف یا بلندی نہ ہو اور اس کے برعکس انگلیوں کو دبا کر کلائی کی ہڈی سے مس کرنا پڑے۔ یہ حرکت کی کمی کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ جو قوت کی کمزوری کی علامت ہے۔

(ج) معتدل وہ نبض ہے جو بلندی اور پستی (شرف و انخفاض) کے لحاظ سے درمیان میں اور انگلیوں کو ذرا دباؤ ڈالنا پڑے۔ یہ اعتدال حرکت و قوت کی علامت ہے۔

ضروری نوٹ:

یاد رہے کہ پہلی دونوں نبضوں "طویل" اور" عریض" کی طرح نبض مشرف بھی ایک ہی نبض ہے۔ جس سے قوت و حرکت کا اندازہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور اس کی باقی دونوں صورتیں انخفاض و اعتدال اس کی کمی اور اعتدال کی غماض ہوتی ہیں۔ عمق یا شرف میں نبض کو دیکھنے سے مقصد صرف حرکت و قوت کو جاننا ہوتا ہے۔

دیکھنے کا طریقہ:

طبیب اپنی چاروں انگلیاں مریض کی کلائی پر اس طرح آہستہ رکھے کہ انگلیاں نبض پر دباؤ نہ ڈالیں اگر ہاتھ کی انگلیاں رکھنے کے ساتھ ہی نبض کا احساس ہوتا ہے تو یہ نبض مشرف

کہلاتی ہے اور اگر نبض محسوس نہیں ہوتی تو طبیب کلائی پر اتنا دباؤ بتدریج ڈالے کہ نبض محسوس ہونے لگے اور اگر طبیب کو کلائی کی ہڈی کے پاس آخر میں نبض محسوس ہو تو یہ منخفض کہلاتی ہے اور اگر ان دونوں (شرف و منخفض) کے درمیان محسوس ہو تو معتدل' یہ نبض مقدار کا بیان ہے۔ مقدار سے مراد ہی طول عرض اور عمق (لمبائی چوڑائی اور گہرائی) کا جاننا ہے۔ نبض کی مقدار کو جاننے کا مقصد نبض کے انبساط کو تینوں قطروں میں معلوم کرنا ہے۔ تاکہ مریض کی قوت حرارت اور رطوبت کو اچھی طرح ذہن نشین کیا جاسکے۔

اصل نبض تو اتنی ہی ہے۔ جس میں اس کے تینوں قطر بیان ہوں گے یعنی کسی وجود کی لمبائی چوڑائی اور موٹائی جو ایک ہی نبض کی جنس مقدار سے متعلق ہے۔ باقی اجناس اسی نبض اور اس کی حقیقت کو ذہن نشین کرنے کے لئے ہیں۔ وہ کوئی الگ نہیں بلکہ جس طرح ایک بیج یا تخم ہوتا ہے۔ اس سے پھرتنا' ڈال' شاخیں' پتے' کونپلیں' پھول' پھل' چھلکے وغیرہ پھر اس کی نمی رطوبت روغنیت' خشکی حرارت وغیرہ الگ الگ معلوم کی جاتی ہیں۔ جو سب کی سب اس کے مرکزی وجود بیج یا تخم کی بدولت ہی ہوتی ہیں لیکن حجم چھوٹا ہونے کیوجہ سے اس میں مخفی ہوتی ہیں اور ظاہر بینوں کو ننگی آنکھ سے نظر نہیں آتیں تو انہیں بڑی مقدار کی وہی چیز دکھائی جاتی ہے۔ بس یہی حال نبض کا ہے اور اس کی لاکھوں اقسام علمی و نظری طور پر بنانا اور بیان کرنا محال نہیں جیسا کہ باقی اجناس کے ذکر میں انشاء اللہ اس حقیقت کو بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ علمی طور پر تو اطباء کرام نے نبض کی ایسی مدلل و مفصل وضاحتیں بیان فرمائی ہیں کہ ماہرین اور فن سے تعلق رکھنے والوں کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اسی ضمن میں حکیم عبداللطیف صاحب فلسفی کی کتاب غالباً 1956ء میں دیکھنے میں آئی۔ جس میں آپ نے مختلف غیر منتظم کی ساڑھے چار سو اقسام بیان کی ہیں اور شیخ نے کئی لاکھ تک کی نشاندہی فرمائی ہے۔ (حکیم محمد صدیق شاہین) اب آپ کو دوسری اجناس کے بارے میں عرض کرتا ہوں' جو درج ذیل ہیں:

2- قرع نبض:

یعنی نبض کی ٹھوکر یا چوٹ یہ دراصل نبض تو وہی ہے اور وہی شریان ہے۔ جس کا ذکر مقدار کے ذیل میں بلحاظ طول عرض اور عمق ہو چکا ہے۔ قرع میں صرف اس کی وہ ٹھوکر

محسوس کی جاتی ہے جو انگلیوں کو محسوس ہوتی ہے لہٰذا اس لحاظ سے اس کی بھی اقسام ہیں:
1-قوی'2-ضعیف اور تیسرے نمبر پر معتدل بلحاظ ٹھوکر۔

1- نبض قوی:

قوی وہ نبض ہے جو طبیب کی انگلیوں کے پوروں کے گوشت کو ایسے زور سے ٹھوکر لگا دے کہ اس کا اثر پوروں کی گہرائی تک پہنچے جیسے آئرن پر چوٹ لگانے سے اس کی دھمک دور تک جاتی ہے۔ ایسی نبض قوت حیوانی کے قوی و غالب ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

2- ضعیف نبض:

نبض ضعیف وہ نبض ہوتی ہے جو قوی کے برعکس ہو اور انگلیوں کے پوروں میں دھنستی نہ چلی جائے یہ نبض قوت حیوانی کے کمزور ہونے کی علامت ہوتی ہے۔

3- معتدل:

وہ نبض جو قوی اور ضعیف کے وسط میں ہو یہ قوت حیوانی کے معتدل ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔

نبض دیکھنے کا طریقہ:

چاروں انگلیاں نبض پر رکھ کر آہستہ آہستہ دباتے جائیں اور یہ معلوم کریں کہ آیا نبض انگلیوں کو شدت سے دھکیل رہی ہے یا انگلیاں نبض کو بلامزاحمت آسانی سے دبا رہی ہیں۔ گویا نبض قرع دیکھنے کا مقصد قوت حیوانی کا اندازہ کرنا ہوتا ہے۔

3- زمانہ حرکت نبض:

جب نبض کو طبیب دیکھتا ہے تو وہ یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ ایک پہلوان ہے جو بظاہر بڑا لمبا چوڑا اور موٹا تازہ ہے۔ پھر دیکھتا ہے کہ اس کا قدم ڈگمگاتا ہے یا جم کر چلتا ہے پھر دیکھتا ہے وہ اپنے بوجھ کو تولئے کھڑا ہے لیکن اب وہ خوشی کی چال چلتا ہے یا گھبراہٹ کی اس کا قدم چہل قدمی کا انداز پر ہے یا جلدی میں ہے۔ زمانہ حرکت سے مراد نبض کی یہی حرکت دیکھنا ہوتی ہے کہ قدم اٹھنے کی طرح کتنے وقفہ سے نبض حرکت کرتی ہے۔ خواہ وہ حرکت قوی ہو یا ضعیف اس کی بھی تین ہی اقسام ہیں جو یہ ہیں:1- سریع '2- بطی' 3- اور معتدل

1- نبض سریع:

وہ نبض کہلاتی ہے۔ جس کی حرکت بہت کم مدت میں پوری ہو جاتی ہو۔ سریع کے معنی تیز کے ہیں لہٰذا یہ تیز قدمی ایسی ہی ہے جیسے کسی کا کوئی عزیز حالت غشی میں ہو اور قریب کھڑا شخص اپنے عزیز کے لئے دوڑ کر پانی لینے جاتا ہے تاکہ اس کے منہ پر چھینٹا مارے یا اس کے حلق میں چند قطرے یا گھونٹ انڈیل دے۔ نبض کی سرعت اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ غشی والے آدمی کی طرح دل کو تازہ ہوا (نسیم یا آکسیجن) کی بہت ضرورت ہے۔ جب نبض سریع ہوتی ہے تو جسم میں دخان یعنی کاربانک ایسڈ گیس کی کثرت ہوتی ہے۔

2- بطی الحرکت:

یہ نبض سریع یعنی تیز کے برخلاف ہوتی ہے جو اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ دل کو سرد ہوا کی ضرورت نہیں۔

3- معتدل:

وہ نبض جو سریع اور بطی کے درمیان معلوم ہو ایسی حالت میں طبیعت کو کسی قدر سرد ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔

نبض دیکھنے کا طریقہ:

طبیب اپنی انگلیاں مریض کی کلائی پر رکھے اور محسوس کرے کہ نبض کی حرکت کتنی دیر کے بعد پیدا ہوتی ہے یعنی اس کے پھیلنے اور سکڑنے کا درمیانی وقفہ کتنا ہے یعنی وہ تیزی سے دوڑتی ہے۔ (حرکت کرتی) ہے یا سستی سے۔ یاد رکھیں قرع نبض میں ہم نبض کی حیوانی قوت کو دیکھتے ہیں جبکہ زمانہ حرکت میں نبض کی تیزی و سستی کو دیکھا جاتا ہے۔

4- قوام آلہ:

نبض کی چوتھی مفرد جنس قوام آلہ ہے یعنی اس میں اسی پہلوان (شریان) کے جسم کو ٹٹول کر دیکھتے ہیں کہ آیا جسم سخت یا نرم اور ویسے ہی پھولا ہوا بے جان ہے۔ گویا شریان کی حالت جسم کو دیکھنے کے اعتبار سے ہم ٹٹولتے ہیں۔ یہ بھی تین ہی اقسام پر منقسم ہے۔ جو 1- صلب یعنی سخت، 2- لین یعنی نرم، 3- تیسرے معتدل ہوتی ہیں۔

1- نبض صلب:

نبض صلب یا سخت وہ نبض ہوتی ہے۔ جس میں انگلیوں کے دبانے پر سختی معلوم ہو جیسے لوہے اور ربڑ کی نالی کو چھونے سے فرق معلوم ہوتا ہے اگر نبض صلب ہو تو بدن میں خشکی کا اظہار کرتی ہے۔

2- لین یعنی نرم:

وہ نبض جو صلب یا سخت کے برعکس ہو نبض لین رطوبت کو ظاہر کرتی ہے۔ بالکل ایسے جیسے نبض عریض۔ لیکن صلابت و عرض میں فرق یہ ہے کہ صلابت میں جرم شریان سخت یا نرم ہوتا ہے جبکہ عرض میں شریان میں بھری رطوبات کو دیکھا جاتا ہے۔ یہی دونوں میں وجہ تمیز ہے۔

3- معتدل:

وہ نبض ہوتی ہے جو صلب (سخت) اور لین (نرم) کے درمیان ہو۔ جو اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ نبض یعنی شریان کا جسم درمیانی حالت میں ہے۔

دیکھنے کا طریقہ:

نبض پر ہاتھ کی انگلیاں رکھیں اور شریان کے جسم کو محسوس کریں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ آیا شریان کا جسم بآسانی دب جاتا ہے یا نہیں دبتا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی ربڑ کی نالی میں ہم پانی بھر کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ خود یہ ربڑ نرم ہے یا سخت اس میں بھرے ہوئے خون یا پانی کو دیکھنا مقصد نہیں ہوتا کہ وہ کم ہے یا زیادہ ہے۔

5- مقدار رطوبت:

نبض کی پانچویں مفرد جنس مقدار رطوبت ہے۔ اس سے مراد وہ رطوبت ہوتی ہے۔ جو شریانوں کے خلاء میں بھری ہوتی ہے۔ جیسے ہم نے قوام آلہ میں صرف ٹیوب یا نالی کے باہر والے جسم یا حصہ کو دیکھا ہے کہ وہ خود نرم یا سخت ہے۔ اس حالت میں اس نالی یا ٹیوب کے اندر جو پانی یا خون بھرا ہوا ہے۔ اس کو دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ پورا لبالب بھرا ہوا ہے یا تھوڑا سا یا خالی ہے لہٰذا اس کی بھی تین اقسام ہیں جو ممتلی یعنی بھری ہوئی 2- اور دوسرے خالی اور 3- تیسرے معتدل کہلاتی ہے۔

1- ممتلی یعنی بھری ہوئی:

وہ نبض ہوتی ہے جو خون اور روح کی کثرت کی دلیل ہوتی ہے اور خالی اس کے برعکس یعنی دونوں کی کمی پر دلیل ہوتی ہے۔ 3- جبکہ معتدل ممتلی اور خالی کے درمیان جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ خون اور روح کی مناسب مقدار موجود ہے' اعتدال ہے۔

دیکھنے کا طریقہ:

طبیب مریض کی نبض پر ہاتھ کی انگلیاں رکھ کر دیکھے۔ اگر نبض کی حالت ایسی ہو جیسے کوئی ربڑ کی نالی پانی سے بھری ہوئی ہو اور وہ پانی ٹیوب کے اندرونی خلا (جوف) کے اندازے سے زیادہ ہو ممتلی ہے جو پھولی ہوئی ہوتی ہے۔ ممتلی کا مطلب ہے کہ شریان میں خون اور روح ضرورت سے زیادہ ہیں۔ جو صحت کے لئے نقصان دہ ہیں کیونکہ ایسا خون کثرت رطوبت کی وجہ سے بہت جلد متعفن ہو جائے گا اور اگر نبض خالی ہو گی تو وہ روح اور خون کی کمی کی دلیل ہو گی جو کمزوری بدن کی دلیل ہے۔

6- زمانہ سکون:

زمانہ سکون کے اعتبار سے بھی نبض کی تین قسمیں ہیں جو متواتر 2- متفاوت' 2- اور معتدل کہلاتی ہیں۔

1- متواتر:

نبض متواتر ایسی نبض ہے۔ جس میں نبض کی دو ٹھوکروں کے درمیانی وقفہ یا زمانہ کا پتہ معلوم کیا جاتا ہے۔ یہ متواتر حالت میں بہت تھوڑا ہوتا ہے جیسے زمانہ حرکت میں نبض سریع کے بیان میں ذکر کیا گیا ہے۔ جہاں سریع نبض میں ہوائے سرد (نسیم آکسیجن) کی ضرورت ہوتی ہے۔ متواتر میں قوت حیوانی (جو سرعت کی متقاضی تھی) خود بھی کمزور ہوتی ہے۔

2- متفاوت:

یہ نبض متفاوت متواتر کے برعکس ہوتی ہے۔ جو قوت حیوانی کے زور شدت اور قوت کی دلیل ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ بطی میں دل و جسم کو ہوائے سرد کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن قوت حیوانی کا قوی و شدید ہونا ضروری نہیں ہوتا بلکہ گاہے قوت کی متفاوت کے برعکس حیوانی قوت میں شدید کمی

ہوتی ہے۔ (شاہین)

3- معتدل:

وہ نبض ہوتی ہے جو متواتر اور متفاوت کے درمیان ہو اور قوت حیوانی کے اعتدال کو ظاہر کرتی ہے۔

نبض دیکھنے کا طریقہ:

طبیب مریض کی کلائی پر اپنی انگلیاں رکھے اور دیکھے کہ کتنی دیر بعد ایک کے بعد دوسری ٹھوکر انگلیوں کو محسوس ہوتی ہے۔ ان دو ٹھوکروں کے درمیانی وقفہ کو دیکھنا ہی زمانہ سکون کا دیکھنا ہے۔ زمانہ سکون میں شریان کی حرکت بہت کم محسوس ہوتی ہے بلکہ معلوم و محسوس ہی نہیں ہوتی اور ایسے لگتا ہے کہ جیسے انگلیوں کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہو۔ تواتر نبض سے مراد بھی یہی ہے کہ نبض کا سکون متواتر قائم رہے۔ اس حالت میں نبض سریع سے زیادہ ترویح کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ (5)[2]

7- کیفیت شریان:

جس طرح ہم نے قوام آلہ میں ربڑ کی نالی یا شریان کے وجود کی نرمی و سختی کو دیکھا اور سب سے پہلے مقدار میں اس کی لمبائی چوڑائی موٹائی کو دیکھا پھر قرع میں اس کی ٹھوکر کو دیکھا۔ 3- زمانہ حرکت میں چوٹ کے بجائے بھاگ دوڑ کو اب کیفیت شریان میں ہم اس کی گرمی اور سردی کا جائزہ لیتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کرتے چلے جاتے ہیں کہ نبض تو وہی ایک ہی ہے۔ اس کے دیکھنے کے انداز اور پہلو مختلف ہیں تاکہ ہر لحاظ سے جائزہ لیا جاسکے۔ میں یہ وضاحت بار بار اس لئے کر رہا ہوں تاکہ طالب علم اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور پھر کسی دوسری ملاقات میں اس کے یعنی نبض کے اسرار و رموز آپ کے سامنے بیان ہوں تو ان کو سمجھنا بھی آسان ہو جائے۔ اسی بناء پر عام زبان میں بات کی جا رہی ہے تو کیفیت شریان کے لحاظ سے بھی نبض کی تین اقسام ہیں۔ جو گرمی، سردی اور اعتدال کہلاتی ہیں۔

1- نبض حار:

وہ نبض ہوتی ہے جو روح اور خون کی گرمی کا اظہار کرتی ہے جو رگ یا شریان کے اندر بھرا ہوتا ہے۔ نبض پر انگلیوں کے پوروں کو گرمی محسوس ہوتی ہے۔

2- بارد:

وہ نبض ہے جو روح اور خون کی سردی کو ظاہر کرتی ہے۔ کلائی پر انگلیاں رکھنے سے پوروں کو سردی محسوس ہوتی ہے۔

3- معتدل:

وہ نبض ہوتی ہے جو حار و بارد (گرم اور سرد) کے لحاظ سے معتدل ہو۔

دیکھنے کا طریقہ:

اس نبض کو دیکھنے کے لئے کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ چھونے سے پتہ چل جاتا ہے۔

8- استوار و اختلاف نبض:

یہ وہ نبض ہوتی ہے جس میں نبض کے سب اجزاء کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ آیا ہر نبضہ ضرب یا ٹھوکر اور حرکت میں نبض کے اجزاء یکساں ہیں یا نہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ 1- مستوی اور 2- مختلف

1- نبض مستوی:

ایسی نبض جس کے سب اجزاء (طول، عرض، عمق، سرعت و بطو، صلابت، لیونت، امتلا، خلا، تواتر و تفاوت، گرمی و سردی (حروبرد) استوا اور اختلاف وغیرہ) سب باتوں میں باقی نبض سے مشابہ ہوتے ہیں۔ ایسی نبض بدن کی اچھی حالت ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

2- نبض مختلف:

وہ نبض ہوتی ہے جو مستوی کے برخلاف ہو۔ یہ بدن کے حالات کی خرابی کی دلیل ہوتی ہے۔

9- وزن حرکت:

اس جنس میں حرکت کے وزن کا اندازہ کیا جاتا ہے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش ہوتی ہے کہ نبض کی حرکت کا زمانہ اس کے زمانہ سکون سے مساوی و برابر ہے یا نہیں اگر حرکت و سکون کا زمانہ برابر ہو تو نبض پھیلنے اور سکڑنے (انبساط و انقباض) کے لحاظ سے معتدل حالت پر ہوگی۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں جو جید الوزن 2- خارج الوزن، 3- ردی الوزن کہلاتی ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

1- جیدالوزن:

جیدالوزن وہ نبض ہوتی ہے جو پھیلنے اور سکڑنے میں اعتدالی حالت پر ہو۔

2- خارج الوزن:

ایسی نبض ہے جس میں اس کا پھیلنا اور سکڑنا (انبساط و انقباض) برابر نہ ہو بلکہ دونوں حرکتوں میں کمی یا زیادتی معلوم ہو۔ ایسی نبض بدنی صحت کے بگاڑ اور خرابی کی علامت ہوتی ہے۔

3- ردی الوزن:

ردی الوزن نبض بہ اعتبار سن و عمر اپنا وزن صحیح نہیں ظاہر کرتی مثلاً بچے، جوان اور بوڑھے کی نبض اپنی عمر کے لحاظ سے نہ ہو بلکہ دوسری عمر کے افراد کی طرح ہو۔ یاد رہے بچپن میں انبساط زیادہ ہوتا ہے۔ بوجہ کثرت رطوبات صالح جو نشوونما کے لئے بطور تغذیہ ہوتی ہیں اور حرارت لینہ جو رطوبت کی وجہ سے بھڑکتی نہیں اور بڑھاپے میں انقباض و یبوست بڑھے ہوتے ہیں جبکہ جوانی میں انبساط و انقباض برابر ہوتے ہیں۔

نبض دیکھنے کا طریقہ:

طبیب مریض کی نبض پر انگلیاں رکھ کر دیکھے۔ جب نبض پھیلتی ہے تو اسے حرکت انبساطیہ کہتے ہیں اور جب اندر کی طرف سمٹی یعنی سکڑتی ہے تو وہ حرکت انقباضیہ کہلاتی ہے لہٰذا ان دونوں کے زمانوں کا فرق معلوم کرنا ہی نبض کا وزن معلوم کرنا کہلاتا ہے لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے۔ ہر عمر کے زمانہ کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ ہر عمر کی انقباضی و انبساطی حرکات جدا جدا ہوتی ہیں۔

10- نبض کا نظم:

یہ جنس نبض کی آخری مفرد دس اجناس میں سے ہے۔ جو دو طرح پر ہوتی ہے: 1- مختلف منتظم اور 2- مختلف غیر منتظم۔ پھر ان کی ہزاروں لاکھوں اقسام ہیں کیونکہ بدنظمی کا کوئی معیار مقرر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اطباء نے ایک اور بات فرمائی ہے جن کے سرخیل و میر کارواں حسین بن علی بن سینا یعنی شیخ الرئیس ہیں۔ وہ قانون میں اس نبض کا ذکر دوسرے اطباء کے

حوالہ سے کرتے ہیں اور جو بات فرمائی وہ یہ ہے کہ وہ اس جنس کو نبض کی اقسام یا اجناس میں شمار نہیں کرتے بلکہ مستوی و مختلف (جس کو میں آٹھویں جنس نبض کے طور پر بیان کر چکا ہوں۔ (حکیم محمد صدیق شاہین) کے تحت ہی شمار کرتے ہیں کیونکہ اس میں بھی نبض کے استوا و اختلاف ہی کا اظہار ہوتا ہے۔ جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ آیا مریض صحت کی طرف لوٹتا ہے یا مرض کا غلبہ ہو کر فنا کی منزل کے قریب جا رہا ہے۔ اس کی مختصر توضیح درج ذیل ہے:

1- نبض مختلف منتظم:

یہ وہ نبض ہے جس میں نبض کی اختلافی حرکت (امور جنسیہ میں سے یعنی عظم و صغر، 2- قوت و ضعف، 3- سرعت و بطو ، 4- تواتر و تفاوت، 5- صلابت و لیونت) ایک ہی نظام پر قائم ہو یہ نبض یہ ظاہر کرتی ہے کہ نبض کے اندر جو اختلاف پیدا ہو چکا ہے وہ اپنی حالت پر قائم رہتے ہوئے ایک ہی نظام پر چل رہا ہے یعنی اگر سرعت میں بدنظمی ہے تو قوت میں بدنظمی ہے تو عظم میں ہے۔ تو، یہ نہیں کہ ایک ٹھوکر پر قوت کمزور ہے تو دوسری پر ایک یا زیادہ انگلیوں پر ہو اس سے سوائی، ثلاثی یا تالیفی یا ایقاعی سے اختلاف ہو۔

2- نبض مختلف غیر منتظم:

یہ نبض مختلف منتظم کے خلاف ہوتی ہے یعنی اس حالت نبض میں حالات کسی خاص نبض کے بغیر ہی بدلتے رہتے ہیں مثلاً ایسی نبض جس کی کبھی دوسری ٹھوکر سریع ہو جائے یا بطی یا قوی یا صلب ہو جائے اور کبھی تیسری کبھی چوتھی کبھی پانچویں کبھی چھٹی یا اس میں کبھی دسویں پر فترہ آئے کبھی آٹھویں پر کبھی تیسری پر وغیرہ کیوں کہ ٹھہری ہوئی غیر منتظم اور بدنظمی کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

مرکب نبض کی چودہ اقسام کے جدا جدا نام ہیں

نبض مرکب کی تعریف:

مرکب نبض وہ ہوتی ہے۔ جب دو یا دو سے زیادہ مفرد اجناس نبض مل کر ایک نئی حالت پیدا کر دیں۔ اطباء کرام نے کچھ مرکب نبض کی صورتیں لکھی ہیں۔ مرکب نبضیں بعض خاص حالاتِ جسم پر روشنی ڈالتی ہیں اور خاص خاص امراض میں مرکب نبض کی کیفیت جان کر

طبیب اپنے پیش روؤں کی معلومات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے یہ درج ذیل ہیں:

1- نبض عظیم، 2- غلیظ، 3- غزالی، 4- موجی، 5- دودی، 6- نملی، 7- منشاری، 8- ذنب الفار، 9- مسلی، 10- مطرقی یا ذوالقرعتین، 11- ذوالفترہ، 12- واقع فی الوسط، 13- مرتعش، 14- ملتوی وغیرہم

اب ان کی مختصر توضیح کی جاتی ہے تاکہ علم النبض میں دسترس حاصل ہو سکے لیکن ایک حقیقت ذہن نشین رہے کہ نبض یا شریان تو وہی ایک ہے۔ جو جنس مقدار میں بیان ہو چکی۔ یہ ذیلی تشریحی بیان اسی کے جسم کی ہیئت حرارت، رطوبت اور قوت کو طبیب ذہن نشین کر کے امراض و اعراض کی اصل تک پہنچ سکے اور اس کا علم حق الیقین کی حد تک پختہ ہو وہم و گمان یا تذبذب میں نہ رہے۔ وضاحت درج ذیل ہے:

1- نبض عظیم:

عظیم نبض وہ ہوتی ہے جو کلائی کی شریان کے طول، عرض اور شرف یعنی بلندی میں زیادہ ہو۔ مطلب یہ کہ تینوں حالتوں میں نبض زیادتی کی طرف مائل ہو۔ ایسی نبض جب کبھی پائی جائے اور نبض دکھانے والا اپنی طبعی (نارمل) حالت میں ہو تو جسم میں قوت حرارت اور رطوبت تینوں کی زیادتی کی دلیل ہو گی۔

نبض صغیر:

عظیم نبض کے مقابلہ میں نبض صغیر ہوتی ہے یعنی اس حالت میں طول عرض اور شرف تینوں قطروں میں نبض چھوٹی ہو گی اور عظیم کے برعکس اثرات کی غماضی کرے گی یعنی حرارت رطوبت و قوت تینوں کی کمی پر دلالت کرے گی۔ ان دونوں یعنی نبض عظیم اور نبض صغیر کے درمیان ایک حالت ہوتی ہے۔

نبض معتدل:

جس کو نبض معتدل کہتے ہیں جو اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ حرارت رطوبت اور قوت تینوں اعتدال پر ہیں۔

2- نبض غلیظ:

مرکب نبض میں سے دوسری نبض غلیظ ہے۔ غلیظ نبض اس کو کہتے ہیں۔ جس میں صرف چوڑائی اور بلندی زیادہ ہو یہ سردی اور تری پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں "نبض

دقیق" ہوتی ہے یعنی دھاگہ کی طرح باریک پتلی جو رطوبات و قوت کی کمی کی دلیل ہوتی ہے اور ان دونوں حالتوں کی درمیانی حالت معتدل کہلاتی ہے۔

3- غزالی نبض:

نبض غزالی یعنی ہرن کے بچہ کی چال کے مشابہ نبض وہ ہوتی ہے جو طبیب کی انگلیوں کے پوروں کو ایک ٹھوکر اتنی جلدی لگا دے کہ نبض کا حرکت کرنا اور سکون کرنا محسوس نہ ہو یہ نبض کی حالت اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ جسم میں نسیم یا ترویح کی ضرورت زیادہ ہے۔

4- موجی نبض:

موجی نبض سے مراد ایسی نبض ہے جو پانی کی لہروں سے مشابہت رکھتی ہو خواہ پانی میں چڑھاؤ یعنی فراز کی طرح ہو جو چاند کے روشن ہونے پر سمندروں میں جوش مارتا ہے یا کسی پریشر یا نہروں میں ٹھوکر سے ٹکرا کر آگے گرنے کی صورت میں ہو۔ ایسی نبض کو تالاب یا کھڑے پانی میں پتھر پھینکنے سے مشابہت نہیں۔ کیوں کہ اس کی لہریں وسط سے محیط کی طرف آتی ہیں کیونکہ خون کا بہاؤ نہروں اور دریاؤں سے مشابہت رکھتا ہے جو ایک طرف سے آتا اور دوسری طرف کو جاتا ہے اور واپس اپنے منبع کی طرف اسی راستہ سے نہیں لوٹ سکتا۔ موجی نبض کی حالت میں شریانوں کے اجزاء باوجود پُر ہونے کے مختلف ہوتے ہیں جو شریانیں کسی جگہ سے عظیم کسی جگہ سے صغیر کہیں سے بلند اور کہیں سے پست کسی جگہ تنگ اور کسی مقام پر چوڑی ہوتی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے موجیں اور لہریں پیدا ہو رہی ہوں۔ جو ایک دوسرے کے پیچھے چڑھی آ رہی ہوں۔ موجی نبض بھی رطوبت کی دلیل ہوتی ہے اور اعضاء و خلاؤں میں پانی جمع ہونے استسقاء فالج اور سکتہ وغیرہ کے سرد امراض کی علامت منذرہ یعنی ڈرانے والی اس طرف اشارہ کرنے والی ہوتی ہے۔

5- نبض دودی:

دود کیڑے کو کہتے ہیں اور چونکہ دودی نبض کی حرکت ہزار پا کیڑے کی رفتار کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس نبض کو دودی کہتے ہیں۔ یہ نبض چوڑی اور بھری ہوئی (ممتلی) نہیں ہوتی البتہ بلندی میں موجی نبض کے مشابہ ہوتی ہے لیکن اس کی موجیں کمزور و ضعیف ہوتی ہیں یعنی موجی سے چھوٹی بھی اور ضعیف بھی ایسی نبض قوت کے ساقط ہونے کی طرف مائل

ہوتی ہے لیکن سقوطِ قوت ابھی پوری طرح نہیں ہوا ہوتا ہے۔

6- نملی نبض:

چیونٹی کی رفتار کے مشابہ یہ نبض نملی بھی اصل میں دودی نبض سے مشابہ اور اسی قبیل کی ہے لیکن نملی نبض دودی سے زیادہ چھوٹی (صغیر) اور متواتر ہوتی ہے اور اتنی صغیر و متواتر جو قوت کے کامل ساقط ہو جانے اور موت کے قریب ہونے کی دلیل شمار کی جاتی ہے۔

7- منشاری نبض:

آری جس سے لکڑی کاٹی جاتی ہے۔ اسے منشار کہتے ہیں چونکہ منشاری نبض کی حرکت کا احساس آری کے دندانوں کی طرح کہیں سے نشیب کہیں سے فراز میں ہوتا ہے۔ اس لئے یہی نام قرار پایا منشاری نبض میں جہاں شہوق و اشراف (بلندی) زیادہ پائے جاتے ہیں۔ وہاں اس میں صلابت' تواتر اور سرعت بھی زیادہ ہوتے ہیں لیکن منشاری کی ٹھوکر اور بلندی میں اختلاف ہوتا ہے یعنی بعض اجزاء سختی سے ٹھوکر لگاتے ہیں جبکہ دوسرے بعض نرمی سے بعض بلند اور بعض حصے نبض کے پست ہوتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے نبض سے کچھ اجزاء کسی پورے یا انگشت کو اگر بلندی پر ٹھوکر لگاتے ہیں تو اس سے اگلے انگلی کے پورے کو پہلے سے کم بلندی پر منشاری نبض کسی عضو میں ورم حار (گرم) پیدا ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ خاص کر پھیپھڑوں اور عضلات میں ورم کی علامت ہوتی ہے۔

8- ذنب الفار:

یعنی چوہے کی دم کی طرح ایک طرف سے موٹی اور دوسری جانب بتدریج باریک ہوتی جانے والی نبض یہ وہ نبض ہوتی ہے۔ جس کے اجزاء چوہے کی دم کی طرح بتدریج کمی سے زیادتی یا زیادتی سے کمی کی طرف مختلف ہوتے ہیں۔ اس میں نبض عظیم سے صغیر یا صغیر سے عظیم کی طرف جاتی ہے اور پھر پہلی مقدار یا حالت کی طرف لوٹ آتی ہے۔ ایسی نبض جب پائی جائے تو یہ قوت کے ضعف کی علامت ہوتی ہے لیکن قوت دودی یا نملی نبض کی طرح ساقط نہیں ہو رہی بلکہ ابھی جدوجہد کر رہی ہے اور بار بار ضعف کے بعد قوت عود کرتی ہے۔ ہاں جب یہ درمیان سے منقطع ہو جائے تو بری علامت ہے جس کو علامت منذرہ یا ڈرانے والی، موت کی نشانی بھی کہہ سکتے ہیں۔

9- نبض ذوالقرعتین یا مطرقی:

دو قرع یعنی دو ٹھوکروں والی ہتھوڑے کی مانند اس حالت میں نبض جب انگلیوں کو ٹھوکر مارتی ہے تو فوراً ہی سکون یا وقفہ اور رکنے کی بجائے پھر ٹھوکر مار دے یعنی جہاں رکنے یا سکون کرنے کا امکان ہو وہاں ٹھوکر لگے۔ بالکل ایسے جیسے کوئی کمزور آدمی ہتھوڑے سے ایک ٹھوکر تو اپنے زور سے خود مارتا ہے لیکن دوسری ٹھوکر ہتھوڑے کی خودبخود اس لئے لگ جاتی ہے کہ وہ بوجہ ضعف اس کو فوری قوت سے اوپر نہیں اٹھا سکتا گویا نبض کی ہر بار ایک قوت سے اور دوسری کمزوری سے ٹھوکر انگلیوں کو محسوس ہوتی ہے جیسے آئرن میں ڈھیلے ہاتھ سے یا کمزوری سے ٹھوکر لگائی تو ہتھوڑا ذرا ابھر کر پہلے کی نسبت آہستگی سے پھر ٹکرا جاتا ہے۔ یہ دوسری چوٹ غیرارادی طور پر لگتی ہے۔ یہ ضعف قوت کی علامت ہوتی ہے۔

10- ذوالفترۃ نبض:

فترہ بمعنی وقفہ اور سکون اور ٹھہراؤ ہے۔ اس نبض میں ایسا ہوتا ہے کہ نبض چلتے چلتے درمیان میں ایسے وقت رک جاتی ہے جب اس کے ٹھوکر مارنے یا حرکت کی توقع ہوتی ہے یعنی حرکت و انبساط کی جگہ الٹا سکون و انقباض قائم رہتا ہے۔ ایسی نبض یعنی ذوالفترہ نبض بھی مریض کے حق میں اچھی علامت نہیں ہوتی اگر فترہ یا حرکت انبساط و ٹھوکر کا فقدان ایک نظم کے تحت ہو اور ایک خاص تعداد مقررہ پر ہی آ کر ٹھوکر نہ لگے اور روزانہ ایک ایک نبضہ گھٹتا چلا جائے مثلاً پہلے دن پچاس دوسرے دن انچاس اگلے دن اڑتالیس اس سے اگلے دن سنتالیس و علی ہذا القیاس تو ماہرین فن نبض شناسی اس سے قیاس کرتے ہیں کہ مریض کی زندگی اتنے دنوں کے بعد یقینی نہیں یہ حکم لگانے کے لئے ماحول' قوت اور دوسرے حالات کو مدنظر رکھنا ضروری ہوا کرتا ہے اور ایسے صحیح احکام طبیب کی عزت بڑھاتے ہیں۔ وہ علاج میں محتاط ہو جاتے ہیں۔ دوائی کا معاوضہ نہیں لیتا یا مریض کو آرام کی ہدایت کر دیتا ہے لیکن یاد رہے طبیب کا کام آخری وقت تک مرض کے خلاف تدبیر کرنا ہوتا ہے کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ قوت عود کر آتی ہے اور مریض معجزانہ طور پر بچ نکلتا ہے۔ دوسرے مریض یا اس کے لواحقین کو قبل از وقت غم و فکر لاحق ہو کر مریض کی قوت کے زوال کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لئے طبیب کو حکم لگانے میں پوری پوری احتیاط سے

کام لینا چاہئے۔

11- نبض واقع فی الوسط:

درمیان میں حرکت کرنے والی نبض یہ وہ نبض ہوتی ہے جو اس وقت حرکت کرتی ہے۔ جس وقت اس کے وقفہ یا سکون کی توقع ہوتی ہے۔ فترہ کے مقابل ہوتی ہے لیکن مطرقی سے بھی جدا۔

12- نبض مسلی:

مسلہ یا تکلہ لوہے کی وہ سلائی جو روئی کاتنے کے لئے چرخہ پر لگائی جاتی ہے۔ جس پر دھاگہ لپٹتا ہے۔ اسے عربی میں مسلہ کہتے ہیں چونکہ یہ تکلہ دونوں سروں سے باریک ہوتا ہے اور درمیان سے موٹا اس لئے اس مسلی نبض میں بھی یہی حالت پائی جاتی ہے۔ یہ نبض درمیان سے موٹی تو ہوتی ہے لیکن دونوں سروں پر باریک یوں سمجھیں کہ گاجر یا چوہے کی دو دمیں موٹائی کی جانب سے ملائی جائیں اور ان کے باریک سرے سے ایک دوسرے سے دوری پر ہوں۔ گویا یہ نبض کمی سے بتدریج زیادتی (عظیم) کی طرف جاتی ہے لیکن پھر اسی ترتیب سے واپس آجاتی ہے حتیٰ کہ پہلی حد تک کمی کو پہنچ جاتی ہے۔ ایسی نبض ضعف کی دلیل ہوتی ہے۔

13- نبض مرتعش:

کانپنے والی نبض ارتعاش رعشہ یا کپکپی یا لرزہ اس نبض میں بالکل رعشہ کی طرح کپکپی یا لرزہ محسوس ہوتا ہے۔ جو انتہائی ضعف کی دلیل ہوتا ہے۔ اسی طرح نبض متشنج یعنی جھٹکے دار اور نبض ملتوی یعنی بل کھانے والی نبض ہے۔ ان تینوں متشنج، مرتعش اور ملتوی نبضوں میں بعض اجزاء پہلے حرکت کرتے ہیں جبکہ بعض بعد میں۔ بعض اجزاء بلند اور بعض منشاری کی طرح پست عرض وضع اور تقدم تاخر حرکت میں اختلاف ہی ان کی علامت ہے۔ نبض ملتوی میں شریان ایسے محسوس ہوتی ہے جیسے دھاگہ کو بل دیا گیا ہو۔ اس حالت میں نبض میں ضعف کے علاوہ حرارت غریزی و رطوبت غریزی (جن پر زندگی کا مدار ہے) کی بھی انتہائی کمی کا احساس ہوتا ہے۔

14- نبض متوتر:

توتر، تن جانا یا کھنچ جانا، یہ نبض ملتوی (بل کھانیوالی) کی اقسام میں سے ہے اور مرتعش رعشہ والی نبض کے

مشابہ ہوتی ہے۔ طبیب کی انگلیوں کو ایسے محسوس ہوتی ہے جیسے کسی ڈورے یا دھاگہ کو ایک جانب سے کھینچ لیں اور وہ کھنچاوٹ کی وجہ سے تن جائے لیکن متوتر یا تنی ہوئی نبض میں ملتوی بل کھائے ڈورے جیسی نبض کے مقابلہ میں انبساطی حرکت کم نمایاں ہوتی ہے۔ ایسی نبض یا بس امراض میں پائی جاتی ہے۔ جن سے شرائین یا اخلاط میں ارضی اجزاء بڑھ جاتے ہیں۔

اطباء کرام نے اس کے علاوہ بھی اقسام بیان فرمائی ہیں لیکن مبتدی/ابتدائی طالبعلم کیلئے مذکورہ بالا اجناس و انواع ہی کفایت ہیں۔ اب میں کوشش کروں گا کہ ان اجناس کے تحت چند علاماتی امراض کا ذکر بھی کر دوں تاکہ خلاصتاً ان کو یاد کر لیا جائے لیکن جیسا کہ ابتدا مضامین میں قانون مرکزیت و قانون دائرہ کے عنوان کے تحت عرض کیا گیا۔ کچھ نبض اور دل کے باہمی تعلق پر عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سو عرض ہے کہ نبض چونکہ ایسی حرکت کا نام ہے جو شریانوں میں پیدا ہوتی ہے اور شریانیں سب کی سب دل سے تعلق رکھتی ہیں۔ دل ہی سے اگتی ہیں۔ اس لئے دل میں جس طرح کی حرکات پیدا ہوں گی اور جو کیفیات و حالات دل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ وہی شریانوں میں بھی ہوں گے کیونکہ جن اجزاء اور بافتوں سے دل کی بناوٹ ہوتی ہے۔ انہی بافتوں یا ریشوں سے ہی قریب قریب انہی بافتوں اور ریشوں سے ہی شریانیں بھی بنی ہیں۔ اس لئے نبض کو جاننے کے لئے دل اور نبض کی بناوٹ کے علاوہ ان کے اعمال و افعال کا جاننا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دل:

دل بدن انسان میں ان اعضاء رئیسہ میں سے ایک ہے۔ جن پر زندگی کے قیام و بقا کا انحصار ہے۔ وہ اعضاء رئیسہ جو بدن کی سلطنت کے سردار اور حاکم اعلیٰ کہلاتے ہیں۔ تین ہیں جنہیں تنازع للبقا (بقائے نسل) میں بنیادی پتھر کی اہمیت حاصل ہے۔ وہ ہیں دل و دماغ اور جگر اور دل تینوں میں سلطان عالی مقام کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ ابتدا میں وضاحت کی گئی۔ دل مفرد اعضاء سے بنا ہوا ہے اور مخروطی شکل کا جوف دار (اندر سے خانہ دار یعنی خالی جگہ رکھنے والا) عضلاتی عضو ہے۔ دل ایک آبی جھلی یا غلاف اور ایک پردے میں لپٹا ہوا سینہ میں قدرے بائیں جانب دونوں پھیپھڑوں کے درمیان بائیں پستان کی بھٹنی سے تقریباً ڈیڑھ انچ سینہ کی خنجر نما ہڈی کی طرف رہتا ہے۔ دل عالم جوانی میں 5 انچ لمبا اور ڈھائی انچ موٹا ہوتا ہے۔ مردوں میں اس کا وزن پانچ سے

چھ چھٹانک تک یعنی تین سو بارہ گرام سے تین سو پچھتر گرام تک وزنی اور عورتوں میں چار سے پانچ چھٹانک یعنی ڈھائی سو گرام سے تین سو دس بارہ گرام تک وزنی ہوتا ہے۔

دل دوران خون کا مرکز ہے اور تمام جسم کو خون مہیا کرنے کے لئے زندگی کے آخری سانس تک حرکت کرتا رہتا ہے اور یہ قانون فطرت ہے کہ حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہے اور حرارت سے انبساط و پھیلاؤ۔ لہٰذا اس قانون کے تحت دل جسامت میں بڑھاپے تک ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔ دل کے اندر ایک جھلی یا غشاء لگی ہوتی ہے۔ جو شریانوں کی اندرونی جھلی سے ملی رہتی ہے۔ جو عربی زبان میں غشاء بطن القلب اور انگریزی زبان میں انڈوکارڈیم کہلاتی ہے۔

دل دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ ایک حصہ دایاں اور ایک حصہ بایاں یہ دونوں حصے ایک درمیانی پردہ یا دیوار کے ذریعہ الگ رہتے ہیں۔ ہر حصہ پھر دو خانوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اوپر والے چھوٹے خانوں کو دل کے کان (اذن القلب' آریکل) اور نچلے اور بڑے خانوں کو دل کے پیٹ (بطن القلب' ونٹریکل) کہتے ہیں۔ دل کے دائیں طرف کے دونوں خانے ایک سوراخ کے ذریعہ آپس میں ملے رہتے ہیں۔ ان میں وہ سیاہ خون ہوتا ہے جو تمام بدن سے وریدوں کے ذریعہ واپس دل میں آتا ہے۔ اسی طرح بائیں جانب کے دونوں خانے بھی ایک درمیانی سوراخ کے ذریعہ آپس میں ملے ہوتے ہیں۔ ان خانوں کے درمیان سرخ رنگ کا وہ خون ہوتا ہے جو پھیپھڑوں سے صاف ہو کر دل میں آتا ہے۔ ان خانوں کے درمیان کواڑیں' صمام یا والو لگے ہوتے ہیں۔ جو سوراخوں میں دروازے کا کام دیتے ہیں۔ یہ کواڑیں صرف ایک طرف کھلتی ہیں جو خون کو صرف ایک ہی طرف جانے دیتی ہیں لیکن جدھر سے خون آ رہا ہوتا ہے۔ ادھر واپس نہیں جانے دیتیں اگر خون میں ایسا دباؤ ہو کہ وہ واپس آنا چاہے تو یہ خود بخود بند ہو جاتی ہیں۔

دل کا کام:

دل کا کام یا فعل اپنی انقباضی حرکت سے خون کو شریانوں میں دھکیلنا ہوتا ہے۔ جس سے وہ بدن انسان کے سب اعضاء و حصص میں دورہ کرتا ہے۔ دل کے خون دھکیلنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کے عضلی ریشوں سے بنی ہوئی دیواریں مسلسل پھیلتی اور سکڑتی رہتی ہیں۔ جن سے دل میں باقاعدگی سے سکیڑ اور پھیلاؤ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ دل کے دونوں کان ایک ہی وقت میں پھیلتے اور دونوں پیٹ ایک ہی وقت میں سکڑتے ہیں اور یہ عمل باری باری اس طرح

ہوتا ہے کہ جب دونوں کان پھیلتے ہیں تو دائیں کان میں اجوف صاعد اور نازل وریدوں کے ذریعہ جسم کا کثیف سیاہی مائل خون آتا ہے اور بائیں کان میں پھیپھڑوں کی وریدوں کے ذریعہ صاف شدہ خون آتا ہے پھر دائیں کان کا گاڑھا خون درمیانی سوراخ کے راستہ دائیں پیٹ میں اور دائیں کان کا لطیف و مصفا خون بائیں پیٹ میں چلا جاتا ہے اور جب دونوں پیٹ سکڑتے ہیں تو دائیں پیٹ کا خون جو گاڑھا اور کثیف (کاربن و دخان) ملا ہوتا ہے۔ شریان وریدی کے ذریعہ پھیپھڑوں میں صفائی کے لئے چلا جاتا ہے اور بائیں پیٹ کا خون بڑی شریان کے ذریعہ تمام بدن میں پرورش کے لئے چلا جاتا ہے۔ دل کے پھیلنے اور سکڑنے کی یہ حرکت بہت ہی کم عرصہ میں واقع ہو جاتی ہے اور ایک جوان آدمی میں ہر حرکت دل پر تقریباً ڈیڑھ چھٹانک خون شریان اور ملا اور ورید شریانی میں جاتا ہے۔ گویا جوان آدمی میں نارمل حالات میں پانچ چھ لٹر خون دل فی منٹ پمپ کرتا ہے جبکہ شدید ریاضت کی حالت میں یہی دل بیس پچیس لٹر تک بھی پمپ کرتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا' پیدائش سے لے کر آخری عمر تک دل بڑھتا رہتا ہے۔ اس لئے عمر کے مختلف ادوار میں دل کی حرکتیں بھی کم و بیش ہوتی رہتی ہیں۔ اسی طرح مرض کی حالت میں بھی دل کی حرکات کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہیں۔ صحت کی حالت میں انسانی دل فی منٹ ستر پچھتر بار حرکت کرتا ہے مگر یہ قانون قدرت ہے کہ ہمیشہ کسی مشین کی بڑی گراری کم اور چھوٹی زیادہ اور تیز حرکت کرتی ہے۔ اسی طرح ابتداء زندگی میں دل کی حرکت تیز اور پھر بڑھاپے تک دن بدن کم ہوتی جاتی ہے۔ لہٰذا جنین میں دل کی حرکت فی منٹ ایک سو ساٹھ اور پیدائش کے وقت ایک سو چالیس سے ایک سو تیس تک اور زندگی کے پہلے سال میں تقریباً ایک سو بیس' دوسرے سال میں ایک سو دس تیسرے سال پچانوے چھٹے ساتویں سال میں ستاسی' جوانی میں ستر سے اسی' ادھیڑ عمر میں ستر تا اسی اور بڑھاپے میں ساٹھ' پینسٹھ تک حرکات ہوتی ہیں۔ اسی طرح بلغمی مزاجوں کی نسبت دموی مزاجوں میں اور عورتوں کی نسبت مردوں میں دل اور نبض کی حرکت تیز ہوتی ہے۔ اسی طرح غذا اور ریاضت بدنی و دماغی کے بعد دل و نبض کی حرکات تیز ہو جاتی ہیں۔ نیند میں بھی نبض کی رفتار بہت کم ہوتی ہے اور اگر مرض کی حالت ہو تو دل اور نبض کی حرکات میں بہت سی تبدیلیاں آ جاتی ہیں لیکن صحت کی حالت میں عموماً شام کی نسبت صبح کو اور لیٹنے کی نسبت بیٹھنے اور بیٹھنے کی نسبت کھڑے ہونے' اور کھڑے ہونے کے مقابلہ میں چلنے پھرنے میں اور چلنے پھرنے کے مقابلہ میں دوڑنے میں دل اور نبض کی حرکات تیز ہو جاتی ہیں۔

یہاں معاً ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ دل کس طرح حرکت کرتا ہے۔ اس سوال کے جواب میں مختلف آراء ہیں۔ جالینوس کہتا ہے کہ دل میں روح حیوانی سے دل متحرک ہوتا ہے۔ گویا روح حیوانی محرک قلب ہے۔ حکیم ویسقوریطیس کی رائے ہے کہ دل کی حرارت سے خون پھیلتا ہے اور خون کے پھیلاؤ سے دل پھیلتا اور حرکت میں آتا ہے چونکہ ہر مادی شے کو سکون سے حرکت میں لانے کے لئے کسی محرک کا ہونا ضروری ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کسی نے حرارت، کسی نے برودت، کسی نے کیمیاوی، تغیراتی، برقی قوت وغیرہ داخلی تحریکات کو مدنظر رکھ کر گمان کیا کہ جس طرح دخانی خون (کاربانک ایسڈ گیس) آلات تنفس میں تحریک کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ دخانی خون دل کی حرکت کا بھی سبب بنتا ہے یعنی خون جب دل کے خانوں میں جا کر غشاء مستبطن القلب (دل کی اندرونی جھلی) سے چھوتا ہے تو اس سے تحریک پیدا ہو کر دل سکڑتا اور پھیلتا ہے۔ ان کے خیال میں دل کا دایاں حصہ جس میں وریدی خون سارے جسم سے جاتا ہے۔ سب سے پہلے حرکت کرتا ہے لیکن بعض تجربات و مشاہدات میں اگر اس کثیف و گاڑھے دخانی خون کی بجائے دل میں خالص پانی کو گزارا جائے تو دل پھر بھی پھیلتا ہے اور سکڑتا رہتا ہے۔

اس کے علاوہ بعض محققین کا خیال ہے کہ دل کی تحریک کا سرچشمہ عصبی نظام ہوتا ہے اور دل بذاتہ متحرک نہیں۔ اسی عصبی نظام کو محرک تسلیم کرتے ہوئے بعض حکما و علماء نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جسم انسانی کے تمام غیرارادی افعال و حرکات کا مبداء محل مؤخر دماغ ہے اور چونکہ حرکت قلب بھی ایک غیرارادی فعل ہے لہٰذا دل کا تعلق بھی مؤخر دماغ ہی سے ہے۔ بعض حکماء نے اول تو موخر دماغ کو تسلیم کیا اور اس کے بعد اعصاب شرکیہ کو یکے بعد دیگرے دل کی حرکت کا منبع مانا ہے۔ دلیل میں نفسیانی انفعالات غم و غصہ، خوف، لذت، مسرت، شرمندگی کو پیش کرتے ہیں کہ یہ اور دماغی و نخاعی امراض حرکات دل پر اثر ڈالتے ہیں لیکن میں جیسا کہ قانون دائرہ میں عرض کر چکا ہوں۔ ان دلائل کو تسلیم نہیں کرتا اور دلیل کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ

1- ادنیٰ حیوانات و پرند مثلاً مرغی کے انڈا میں ابھی عصبی نظام پیدا نہیں ہوتا اور اس سے بہت پہلے نقطہ دل پیدا ہو جاتا ہے جو خودبخود حرکت کرنے لگتا ہے۔
2- اسی طرح انسانی نطفہ کے قرار سے دسویں دن جنین میں بھی دماغ سے پہلے نقطہ دل پیدا ہو جاتا ہے جو حرکت کرنے لگتا ہے۔

3- اس کے علاوہ بعض جانوروں میں تجربہ و مشاہدہ ہوتا ہے کہ ان کا دل جسم سے باہر نکال دیں تو کچھ عرصہ اپنے آپ پھیلنا اور سکڑتا رہتا ہے اور بعض ادنیٰ حیوانوں میں اگر دل کو نکال کر اس کے ٹکڑے کر دیں اور انہیں مناسب ماحول میں گرم رکھیں تو اور مناسب غذا بہم پہنچائیں تو گھنٹہ دو گھنٹہ تک اپنے آپ حرکت کرتے ہیں۔

4- بعض تحقیق کاروں کے تجربہ میں اور چشم دید مشاہدہ میں آیا کہ بعض مقتولوں کا دل قتل ہونے کے گھنٹہ گھنٹہ بعد تک حرکت کرتا رہا۔

5- بعض پرندوں کے دل موت کے دوسرے دن بھی حرکت کرتے محسوس ہوئے۔ اسی طرح جب کسی حیوانی دل کو اس کے جسم سے نکال کر بعض خاص نمکیات جیسے پوٹاشیم، سوڈیم اور کیلشیم وغیرہ کے پانی میں رکھتے ہیں تو وہ چند گھنٹوں تک متحرک رہے۔

ان حقائق کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ دل کی حرکت ذاتی ہے اور اس حرکت کا سبب خود دل ہی میں موجود ہوتا ہے لہٰذا دل کے جوہر میں شرکی اعصاب کی جو باریک گرہیں اور گانٹھیں ہوتی ہیں اور عصبی ریشوں کے ذریعہ آپس میں باہم ملی ہوئی رہتی ہیں۔ وہی دل کی حرکت کا سرچشمہ ہیں لیکن دل کی حرکت کو تھوڑا یا زیادہ یعنی تیز یا سست کرنے کا بندوبست تو نظام عصبی کے تابع ہے۔ دلیل یہ ہے کہ عصب راجع دل کی حرکت کو سست کرتا ہے کیونکہ جب یہ اعصاب دونوں طرف سے کاٹ دیتے ہیں تو دل کی حرکت کی تعداد (ضربان و تڑپ) اور قوت بڑھ جاتے ہیں اور جب ان دونوں اعصاب میں تحریک پیدا کی جاتی ہے تو دل کی حرکات سست اور بعض اوقات بالکل رک جاتی ہیں اور اس کے برعکس عصب راجع کے برعکس جب شرکی اعصاب میں تحریک پیدا کی جائے تو دل کی حرکات تیز اور قوت میں بھی زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اس تجربہ سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ دل کی حرکت تو ذاتی ہے لیکن اس کے سست اور تیز کرنے میں عصب راجع اور اعصاب شرکیہ کو عمل دخل ہے یعنی سستی و تیزی ان اعصاب کے ماتحت ہے۔

حاصل کلام:

ساری گفتگو کا ماحصل یہ ہوا کہ دل کا پھیلنا اور سکڑنا اس کا ذاتی فعل ہے لیکن دل کا چلنا اور دھڑکنا اعصاب اور عصبی نظام کے ماتحت ہے کیونکہ جب اعصاب کا ربط و تعلق دل سے

کاٹ دیا جاتا ہے تو دل کا انقباض و انبساط قائم رہنے کے باوجود اس کے چلنے اور حرکت کرنے کی حرکت فوراً رک جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ عضلات میں ذاتی طور پر حرکت کی استعداد ہوتی ہے۔

شریانیں:

شریانوں کی بناوٹ بھی قریب قریب دل کی بناوٹ کے مشابہ ہوتی ہے۔ یہ لچک دار اندر سے خالی نالیاں ہوتی ہیں۔ ہر شریان کی ساخت میں تین طبقے یا پردے ہوتے ہیں۔ اندرونی پردہ لچک دار صاف اور باریک ہوتا ہے۔ اس طبقہ کے دو پرت یا تہیں ہوتی ہیں۔ اندرونی تہہ یا پرت (انڈو تھیلیم) اس نازک جھلی کا بنا ہوتا ہے۔ جو دل کے اندرونی حصہ میں لگی ہوتی ہے اور بیرونی تہہ یہ پرت لچک دار ریشوں سے بنا ہوتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ایک پرت ہوتی ہے جو موٹی اور زردی مائل بہت ہی لچک دار ہوتی ہے۔ وہ لمبی اور وتری ریشوں سے بنتی ہے اور بیرونی طبقہ جو سب سے زیادہ موٹا ہوتا ہے وہ رباطی ریشوں کے دو پرتوں یا تہوں سے بنتا ہے اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ جب دل سکڑتا ہے تو قوت سے خون کو شریانوں میں دھکیلتا ہے اور دل دھڑکنے کی حرکت تمام شریانوں میں تڑپ اور لہر پیدا کرتی ہے۔ اسی سبب سے ہر شریان کودتی اچھلتی اور تڑپتی ہے۔ اسی تڑپ اور اچھل کود کو معلوم کرنے کے لئے نبض دیکھی جاتی ہے۔ جو عموماً کلائی کی شریان ہوتی ہے۔ یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ دل کے سکڑنے پر شریانیں پھیلتی ہیں کیونکہ ان میں خون آتا ہے جس سے وہ بھر جاتی ہیں اور جب دل پھیلتا ہے تو اس میں خون سارے جسم سے واپس آتا ہے اور وہ اس سے بھر کر پھیلتا ہے۔ اس وقت شریانیں خالی ہونے کی وجہ سے سکڑ جاتی ہیں۔

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ دل اور نبض کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے اور نبض دیکھتے وقت نبض کی حرکت کے ساتھ ساتھ ہمیں دل کے پھیلنے اور سکڑنے کا حال بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ شریانوں (نبض) میں خون دل ہی سے آکر اس کی دھڑکن و انبساط اور انقباض کا سبب بنتا ہے لہٰذا نبض کی جتنی اقسام اجناس بیان ہوئیں۔ وہ نبض کی ذاتی حالت کے علاوہ دل کی قوت دل کی حرکت اور دل کی حرکت کی وجہ سے حرارت کو سمجھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ باقی سب اجناس و اقسام انہی کے ماتحت ہوں گی۔ نبض سے انگلیوں کو ٹھوکر لگنے کی صورت میں قوت حیوانیہ کا

اندازہ کیا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ ہی دیگر اعضاء کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

اسی طرح حرکت سے خون و شرائین میں ریاح کے دباؤ کا علم ہوتا ہے اور ساتھ ہی عصبی نظام میں قوت و ضعف کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ حرارت سے نظام ہضم جگر اور متعلقہ اعضاء کے طبعی و غیر طبعی افعال کا حال معلوم کیا جاتا ہے۔

نبض کی ذاتی حالت:

نبض کی ذاتی حالت میں مقدار نبض' آلہ نبض اور مقدار رطوبت جو شریان میں بواسطہ خون موجود ہوتی ہے۔ شریک ہیں۔ یہ تینوں اجناس یعنی مقدار' قوام آلہ و مقدار رطوبت نبض کی اپنی حالت کے ساتھ ساتھ صحت و مرض کی طرف اس طرح رہنمائی کرتی ہیں۔

نبض طویل:

طویل نبض حاجت ترویح کی علامت ہوتی ہے۔ جس میں حرارت اور بخار جسم کے ہزال و لاغری یعنی گھلنے اور جرم اعضاء میں تحلیل اور ورم کی ابتدائی حالت کی نشاندہی کرتی ہے اور جب طول کمی میں بدل جاتا ہے یعنی نبض قصیر ہوتی ہے تو یہ حرارت کی کمی کی دلیل ہوتی ہے اور رطوبات کے غلبہ کی علامت جس سے بعض اوقات رطوبات میں تعفن ہو کر تپ لرزہ خون کی کمی' پیدائش خون میں کمی اور بلغمی رطوبات میں گاڑھاپن اور ریاح کا دباؤ آ جائے تو اس صغیر نبض میں وجع القلب اندرونی زخم اور شریانوں پر سردی سے سکیڑ پیدا ہو کر شق ہونے سے جریان خون ہو جاتا ہے اور ضیق نبض کی حالت میں چونکہ خون و رطوبت خون مطلوبہ مقدار میں نہیں ہوتے۔ روح اور خون اپنی کمی کی وجہ سے جسمانی ضرورت کے مطابق حرارت پوری بہم نہیں پہنچاتے۔ اس لئے اعضاء میں سوزش تپ محرقہ التہاب باریطون اور ذات الجنب کی علامت قرار پاتی ہے۔

نبض میں جب شرف پایا جاتا ہے تو ریاح شکم' نمونیہ' سردی خشکی کے اورام رعشہ اور انتہائے بخار کی علامت ہوتی ہے۔ اسی کو قانون مفرد اعضاء میں عضلاتی اعصابی نبض کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس منخفض جو اعصابیت بلغم و ریشہ قوت کی انتہائی کمزوری کی دلیل ہوتی ہے۔ اعصابی دردوں اسہال مفرط' محرقہ دماغی' قے اور بے ہوشی کا اظہار کرتی ہے جبکہ صلب نبض ریشہ نمونیہ' گردہ کے امراض اور دل کے چھوٹا ہونے کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ صلابت

(سختی) بلا خشکی کے نہیں ہو سکتی۔ وہ اعضاء کو کامل نشوونما پانے سے مانع ہوتی ہے۔ اگر یہی نبض پچاس سال کی عمر کے اوپر والے اشخاص میں پائی جائے تو آتشک اور شراب خوری کے رد عمل میں قوت کے ٹوٹنے کی علامت ہوتی ہے۔ صلب کے مقابلہ میں نبض لین یعنی نرم' آلہ شریان کی نرمی بلا کثرت رطوبت ممکن نہیں اور جب کثرت خون سے لین ہوتی ہے تو لمس حار اور قرع قوی ہوتا ہے لہٰذا بلغم و رطوبات کی وجہ سے لین ہو تو خون کی کمی ذیابیطس شکری اور اندرونی زخم کی دلیل ہوتی ہے۔ رہی ممتلی نبض یہ خون کے دباؤ' التہاب اور امراض حار کی ابتداء کی خبر دیتی ہے جبکہ خالی نبض جریان خون اندرونی زخم اور امراض حارہ کے آخر میں اور ذیابیطس غیر شکری کی علامت ہوتی ہے۔

یہ تو ہوئی نبض کی ذاتی حالت اور اس کا بیان اب رہی قوت حرکت اور حرارت تو اس کا ذکر درج ذیل کیا جاتا ہے۔

قوت:

قوت کی ذیل میں نبض کی ٹھوکر (قرع) نبض کا مستوی و مختلف ہونا اور نبض کا نظم آتے ہیں۔ ان سے حسب ذیل امراض کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔

قوت قرع:

جب نبض کا قرع قوی ہو تو جریان خون کی طرف طبیعت کا میلان امراض حار اورام کی ابتداء اور بخار کی شدت کی علامت کہلائے گی۔

ضعیف:

ول نبض کا ضعیف و کمزور ہونا خون کی کمی' بلغمی رطوبات کی زیادتی' غم' و ہم' بیداری کی زیادتی' استفراغ خواہ طبعی ہو یا غیر طبعی' لاغری' تغذیہ کی کمی یعنی بدل ما یتحلل نہ ملنے کی علامت ضعف ہضم' کثرت ریاضت' جسم میں ردی اخلاط کا اجتماع، تحلیل کی کثرت یا محلل ادویہ کے کثرت استعمال کی دلیل ہوتی ہے۔

مستوی:

مریض کے بخیریت تندرست ہو جانے کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور طاقت موجود ہے۔ مختلف مستوی کے مخالف ہوتی ہے یعنی شاید مریض جانبر نہ ہو' علامت منذرہ ہوتی ہے۔

مختلف منتظم:

اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ مرض شاید صحت میں بدل جائے۔

مختلف غیر منتظم:

جب نبض غیر منتظم ہو تو مریض کے تندرست نہ ہونے کا اشارہ اور کثیر نقصان کی دلیل ہوا کرتی ہے اور اکثر و بیشتر ایسی نبض کے مریض منشی اشیاء کے کثرت استعمال کے عادی ہوتے ہیں۔

حرکت:

حرکت نبض کے ذیل میں زمانہ حرکت وزن حرکت اور زمانہ سکون شامل ہوتے ہیں۔ جب نبض کی یہ اجناس پائی جائیں تو امراض مندرجہ ذیل کا اظہار ہوتا ہے۔

سریع:

سرعت ہمیشہ حاجت ترویح کی دلیل ہوا کرتی ہے اور عمل ترویح سے طبیعت ہمیشہ ہوائے منتشق کے ذریعہ بذریعہ تنفس کاربن و دخان خون کو خارج کرنا چاہتی ہے۔ گویا جب نبض سریع ہو گی تو دخان کی زیادتی' حرارت کی کمی' ریاح کی کثرت' جگر کی خرابی' اخلاط کے ردی،سکون غدد' ضعف اعصاب اور اختلاج القلب کی علامت ہو گی۔

بطی:

جو سرعت کے برعکس ہوتی ہے جو دل میں خون کے دباؤ کی وجہ سے ضعف قلب جگر میں سوزش و انقباض' جسم میں تحلیل کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

متواتر:

جب سرعت کے ساتھ تواتر بھی ہو تو ایسی نبض سے دل و عضلات کے پرانے امراض سوزش عضلات' ورم عضلات' ذات الترپہ' سرسام اور اورام کی علامت ہو گی۔

متفاوت:

متفاوت جنس نبض میں سردی کا غلبہ' قوت کا زوال' دماغی امراض' شدید بلغمی بخار سوزش اعصاب پائے جائیں گے۔

جید الوزن:

یہ جنس نبض جگر کے فعل میں تیزی سوزش و انقباض ضعف دل اور حرارت کی زیادتی کی دلیل ہوتی ہے۔

خارج الوزن:

قوت کے ضعف، مثانہ کی کمزوری، قوت باہ میں کمی پھیپھڑوں میں بلغم اور پھیپھڑوں کے کمزور ہونے کی علامت ہوتی ہے۔

حرارت:

جب حرارت کا اندازہ کیا جاتا ہے تو اس سے مراد لمس سے کیفیت شریان کو معلوم کرنا مقصود ہوتا ہے کہ آیا وہ حار ہے یا بارد، صلب ہے یا لین وغیرہ۔ لہٰذا جب کیفیت حار ہوتی ہے تو ایسی نبض روح و خون کی گرمی، صفرا کی زیادتی، بخار اور سوزش جگر کی علامت ہوگی اور نبض اگر سرد ہوگی تو بارد امراض نوازل، کھانسی معدہ کی کمزوری مزمن بخار بلغمی حمی، لیکوریا، مزمن امراض، قوت کی کمزوری نزلہ زکام وغیرہ کی علامت ہوگی اور صلابت نبض و خشونت میں یابس سوداوی امراض، اجزاء ارضیہ کی خون و اخلاط اور جسم میں زیادتی طبقات شریانیہ میں کیلشیم و کاربن کی کثرت کی دلیل ہوگی۔

نبض جانچنے کا ایک اور انداز

چونکہ نبض یعنی شریان کلائی کی تڑپ، حرکت، ضرب و ٹھوکر کے چاروں اجزاء (انبساط اور وقفہ، انقباض اور پھر وقفہ) طبیب اپنے ہاتھ کی چاروں انگلیوں سے دیکھتا ہے۔ اس لئے کسی بھی آلہ یا ناپ تول کے طریقہ کی نسبت یہ طریقہ کار انتہائی سہل، آسان اور مفید ترین ہے کیونکہ نبض دیکھنے میں دل کی حالت، قوت، حرارت غریزی اور حرکت طبعی و غیر طبعی جانچنے کے لئے لمس سے احساسات، برقی، قلب نگار آلات (ب ق ن یا ای سی جی) سے زیادہ وقیع اور وسیع معلومات مہیا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخر برقی قلب نگار آلات کی مہیا کردہ معلومات بھی انسانی دماغ اور عقل کی مقرر کردہ حدود و قیود اور تعین کردہ محسوسات ہوتی ہیں جو یکساں طور پر نہیں رہتیں بلکہ جذبات و احساسات اور ماحول و مہیجات کے تحت ہمہ دم تغیر پذیر رہتی

ہیں اور نبض دیکھتے وقت طبیب کے پیش نظر مریض کا دائمی اور عارضی ہر ماحول و حالات، واقعات و تاثرات مرضی طبعی خلقی و معاشرتی نجی و سماجی موثرات بھی بیک وقت سامنے آتے رہتے ہیں۔ ساتھ ساتھ طبعی تغیرات، نظری، تجرباتی، و مشاہداتی حالات کی مطابقت میں آسانیاں پیدا ہوجاتی ہیں اور ایک انتہائی مختصر وقت میں مریض کے کلی و جزئی حالات و علامات کی تطبیق دے کر اسے جلد از جلد طبی امداد بہم پہنچائی جاسکتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں خون بلغم پیشاب، ایکسرے، ای سی جی کے معائنہ میں مریض کا وقت اور قیمتی سرمایہ کا مسرفانہ خرچہ بڑھنے کے علاوہ اسے بروقت طبی امداد مہیا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو ان معائنوں کے نتائج اکٹھے کرنے تک شدید حالات میں مریض راہی ملک عدم ہو جاتا ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں جب طبیب کو واقعی علم و فن طب اور علم النبض پر عبور حاصل ہو تو وہ برمحل اپنی حذاقت سے مریض کی بہتر طور پر خدمت انجام دے سکتا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر قانون مفرد اعضاء کی روشنی میں نبض پر معلومات مہیا کی جاتی ہے۔

قانون مفرد اعضاء:

قانون مفرد اعضاء کوئی نئی شے اس لحاظ سے نہیں ہے کہ تمام معلوم و مروج طریقہ ہائے علاج سے جداگانہ طریق علاج ہو بلکہ یہ قانون طب اور طبی علوم و فنون کو جانچنے پرکھنے کے لئے قوانین فطرت میں سے ایک قانون ہے۔ میں اسے جدید کے بجائے تجدید فن سے تعبیر کروں گا اور تجدید جب کسی قدیم مطابق فطرت علم و فن میں اور زمانہ کے ساتھ غلط سلط مواد کے اکٹھا ہو جانے سے بگاڑ پیدا ہوجائے تو اس فن کو اس کی اصلی بنیادوں پر نئے انداز فکر سے اٹھانے کا نام ہوتا ہے۔ مجدد و نابغہ روزگار ہستیاں اجتہادی قوتوں سے کام لے کر اصول و کلیات کی روشنی میں استنباط و استخراج کر کے کلیات سے جزئیات اور جزئیات سے کلیات میں مطابقت پیدا کرتی رہتی ہیں اور تجدید کی ضرورت و اہمیت ہمیشہ مسلم رہی ہے کیونکہ کائنات میں مرور زمانہ سے نئے نئے اسرار و رموز منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ ان اسرار و حقائق کو نظرانداز کر دیا جائے تو عمل ارتقاء رک جایا کرتا ہے اور علوم و فنون میں جمود طاری ہو کر ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ جبکہ انہی اسرار و رموز اور حقائق کو اصول کلیات سے تطبیق دیئے بغیر اپنانے سے عظیم خلل، افتراق و انتشار واقع ہو جاتا ہے اور بے راہ روی، گمراہی اور پراگندہ خیالی جنم لے

لیتی ہے جو اقوام و اوطان کے لئے بے مرکزیت کی وجہ سے ہلاکت و تباہی کا موجب ہوتی ہے۔ معاشرہ کا ذہنی و اخلاقی خلفشار بڑھ جاتا ہے۔

یورپ اور اہل یورپ نے فطرت کے بے شمار پہلوؤں پر تحقیقات کی ہیں جو بعض لحاظ سے انتہائی قابل قدر اور جاذب نظر بھی ہیں لیکن وہ ان تحقیقات کو اپنے طریق زندگی میں من حیث المجموع اصول کلیات سے تطبیق نہیں دے سکے۔ لہٰذا زندگی کے مختلف شعبے بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ایک سلک میں نہ ہونے کی وجہ سے بے کار ہو کر رہ گئے ہیں اور انسانیت کو کماحقہ ان سے استفادہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس کی وجہ ہی آزاد خیالی اور بے مرکزیت ہے کہ ان افکار نے مادیت کو تو فروغ بخشا ہے لیکن روحانی ارتقاء کا فقدان ہو گیا ہے حالانکہ ہر ضابطہ حیات میں معتقدات پر ہی اعمال کی بنیاد ہوتی ہے لیکن ان کے ہاں جس طرح معتقدات میں اور اس پر استوار اعمال میں بعد ہے' اسی طرح تعزیرات کے احکام بھی اسلام اور اسلامی علوم و فنون سے جداگانہ بنیادوں پر استوار ہیں اور ان میں باہم مطابقت نہیں۔ اسلامی حکماء نے تمام علوم' فنون اور معلومات و اعمال کی بنیادیں اسلام کے بنیادی معتقدات کی روشنی میں اٹھائی ہیں اور زندگی کا تانا بانا انہی معتقدات کی روشنی میں تیار کیا ہے اور یہی ان کا کمال فن ہے کہ انہوں نے انفس و آفاق میں کمال ہنرمندی سے باہم ربط و تعلق پیدا کر دیا ہے۔

علم و فن طب کی بنیادی ہی امور طبیعہ داخل ہیں۔ جو ایسا بنیادی پتھر ہیں کہ بنظر غائر ان کو دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی کوئی شے اس دائرہ سے باہر نہیں رہتی۔ ایک طرف امور طبیعہ کی وحدت دوسری طرف زندگی و کائنات کے ان ہزارہا گوشوں کی یہ کثرت حسین ترین امتزاج کا دیدنی منظر پیش کرتے ہیں۔ اسلامی حکماء نے زندگی و کائنات کے مادی پہلوؤں کے مختلف روابط اور انفس و آفاق کے ماوریٰ ادراک ضوابط کو ایک مربوط صورت میں پیش کرکے دنیائے انسانیت پر احسان عظیم کیا ہے لیکن افسوس کہ اہل یورپ تعصب کی بناء پر ان حقائق کو نظرانداز کرکے اہل یونان کی تقلید میں رجعت قہقری کا شکار ہو گئے اور مسلمان حکماء کی مہیا کردہ معلومات سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور انسانیت کا روحانی ارتقاء قرن ہا قرن تک رکا رہا۔

حکیم انقلاب مجدد طب حکیم دوست محمد صابر ملتانی نے علم و فن طب کے شعبہ میں اپنی تحقیقات سے اسلامی دور کے حکماء کی تحقیق کردہ حقائق و معارف کو روشناس کرانے کے لئے چار اخلاط کو چار بنیادی بافتوں سے تطبیق دے کر اس جمود کو ختم کر دیا ہے جس کا طعنہ ہمارے

نبض جانچنے کا معیار:

پہلے مفرد نبض اور پھر مرکب ذہن نشین کرنی چاہیئے۔
طبیب کو چاہیئے کہ مریض کی کلائی پر چاروں انگلیاں آہستگی سے رکھے اور معلوم کرے کہ آیا نبض عضلاتی ہے یا غدی یا اعصابی۔

عضلاتی نبض:

جب مریض کی کلائی پر آہستگی سے ہاتھ رکھا جائے اور نبض اوپر ہی بلندی پر محسوس ہو تو یہی نبض عضلاتی ہے جسے طبی اصطلاح میں شاہق و مشرف کہا جاتا ہے۔ ایسی نبض حرکت کی زیادتی، جسم میں ریاح و سودا اور خشکی و بواسیری زہر کے امراض پر دلالت کرتی ہے۔

غدی نبض:

مریض کی کلائی پر حسب دستور ہاتھ رکھیں۔ اگر نبض اوپر محسوس نہ ہو بلکہ انگلیوں کو قدرے دبانا پڑے تو یہی نبض غدی ہے جو حرارت جسمانی کی بیشی یا کمی کا اظہار کرتی ہے اور اگر حرارت بہ افراط ہو تو جسم میں صفرا جلن اور بے چینی و لاغری و ہزال کی دلیل ہوتی ہے جبکہ کمی میں اس کے برعکس یاد رکھیں۔ مریض کی کلائی ایک یا سب انگلیوں سے دبا کر پہلے اوپر والی سطح سے کلائی کی ہڈی تک نیچے تک دبا کر ذہن میں تین حصوں میں تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ بالکل اوپر بلندی پر عضلاتی اور بالکل نیچے ہڈی کے پاس پست اعصابی نبض ہے اور درمیانی وسطی غدی نبض کہلاتی ہے۔

اعصابی نبض:

انگلیوں کو زور سے دبانے سے اور کلائی کے پاس جو نبض ملے وہ اعصابی نبض ہوتی ہے اور رطوبات و سردی و بلغم کے امراض پر دلالت کرتی ہے۔ طبی اصطلاح میں یہی نبض منخفض یعنی پست نبض کہلاتی ہے۔ پھر جس طرح عضلاتی نبض میں شرف و بلندی اور قوت و عظم کو دیکھا جاتا ہے اور غدی میں طول و قصیر نبض سے حرارت کو جانچتے ہیں اسی طرح عرض یعنی چوڑائی اور تنگی (تضیق) سے رطوبت کی کمی بیشی کو ملاحظہ کیا جاتا ہے۔

نبض مرکب

اعصابی عضلاتی نبض:

اگر قرعہ نبض صرف ایک انگلی خواہ انگشت شہادت یا خنفر تک ہو کیونکہ اطباء میں کلائی پر انگلیاں رکھنے کے انداز میں اپنا اپنا طریقہ جداگانہ ہوتا ہے۔ بعض سبابہ کو کلائی کے جوڑ کی ہڈی کے پاس رکھتے ہیں اور بعض خنفر کو سبابہ یعنی انگشت شہادت جسم انسان میں معتدل ترین عضو ہے۔ وہ بھی اس کا اگلا پورا اور کہنی کی طرف کلائی میں گوشت بڑھتا جاتا ہے۔ لہٰذا خنفر پوری طرح نبض کی ضربات، ٹھوکروں اور حرکات کا احساس نہیں کر سکتی۔ اس لئے وہ ادھر سبابہ کو رکھتے ہیں اور بعض برعکس اس لئے پہلی انگلی سے مراد کلائی کے جوڑ کی ہڈی کے پاس رکھی جانے والی پہلی انگلی ہے۔ (حکیم شاہین) تک محسوس ہو اور باقی انگلیوں کے نیچے محسوس نہ ہو تو یہ نبض اعصابی عضلاتی کہلاتی ہے جو نبض قصیر و صغیر کے ذیل میں آتی ہے۔ ایسی نبض حرارت کی کمی تپ لرزہ قلت الدم سوزش دماغ و اعصاب صداع بلغمی، طبیعت کے بوجھل کندی حواس نسیان، سدر و دوار (سر چکرانا) اور ریاح کے اٹھنے سے رطوبات میں تخمیر و تعفن سے وجع القلب بلغمی زکام، دمہ کھانسی، سکتہ و فالج، استرخا و خدر کا پیش خیمہ (علامت منذرہ) درد فم معدہ، متلی و ابقائی، قے اسہال، کثرت بول، جریان، عظم القلب و عضلات شکم (موٹاپا شحمی) عظم طحال و مفاصل بخار کی حالت میں سرسام بصورت بطی و ضعف قوت دل احتباس الطمث لیکوریا، بلغمی صرع بلغمی فالج، رطوبت سرد اور پلپلا پن اور جسم کے ڈھیلے ہونے کی دلیل ہے۔ انانت اور تولیدی مادہ میں قوت حیات ندارد۔

عضلاتی اعصابی نبض:

نبض کی ٹھوکر پہلی دو انگلیوں کے نیچے محسوس ہوگی اور کلائی کی جانب والی دو انگلیوں بنصرد خنصر میں محسوس نہ ہوگی۔ یہی دو انگلیوں تک نبض جب عریض اور مشرف بھی ہو جو قوت د رطوبت کی علامات ہیں تو طبی اصطلاح میں یہ نبض غلیظ کہلاتی ہے اور اگر عرض نہ ہو تو صلابت آلہ شریان جو شریان کے پرتوں میں اجزاء ارضیہ اور خون کے گاڑھا ہونے کی دلیل ہوتی ہے چونکہ ابتداً رطوبات میں عمل تخمیر ہو رہا ہوتا ہے اس لئے ریاح پیدا ہونے سے رطوبات کو طبیعت ختم کرنا چاہتی ہے۔ ایسی حالت میں جسم میں خشکی سردی اور اسی مزاج کے امراض د علامات اور ریاح کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ جیسے تبخیر معدہ، عضلات کلیہ و طحال و رحم د

قلب میں ہوا کا زیادہ ہونا یعنی اختلاج قلبی، ریح الکلیہ، درد گردہ، اختناق الرحم، رعشہ، درد قبض پیٹ میں ہوا نزلہ و کھانسی جس سے گاڑھی جمی ہوئی خام سیاہی مائل بلغم کا اخراج ہو۔ بے خوابی، درد سر خاص کر دایاں شانہ اور دائیں جانب پشت کی طرف کندھوں میں یورک ایسڈ کی کثرت سے جسم میں تیزابیت و سوداویت، دمہ بلغمی، جگر و گردوں میں سردی، ضعف اعصاب رسولیاں، احتلام ریاحی بواسیر اور کینسر کے امراض ہوں گے۔ مزاج میں سردی خشکی و سودا کا غلبہ ہوگا یعنی سودا پیدا ہو رہا ہوگا لیکن اخراج نہیں ہوگا۔ تصغیر قلب پچاس سال کی عمر کے بعد یہ نبض آتشک کی علامت ہوگی۔

عضلاتی غدی نبض:

یہ نبض قرع میں قوی اور عظم و اشراف میں ہوتی ہے اور نبض کی ٹھوکر تین انگلیوں میں محسوس ہوگی اور چوتھی انگلی میں محسوس نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں جسم میں سودا کی پیدائش کے ساتھ ساتھ اس کا اخراج بھی ہو رہا ہوگا اور علامات یہ ہوں گی جسم میں خشکی اور ہلکی گرمی، سوزش، عضلات، معدہ، پھیپھڑہ، دل و مثانہ میں سوزش ہوگی، جوڑوں میں خشکی، عرق النساء، احتلام جوش خون، ضعف اعصاب، بخار کی شدت، ابتدائے اورام صلب، امراض حار، جریان خون، نکسیر بواسیر دموی دق و سل، تنگی تنفس، دماغی کمزوری اگر اس نبض میں سرعت بھی ہو تو حمی وبائی، نمونیہ سوداوی مرگی، خفقان، مالیخولیا وغیرہ ہوں گے لیکن جب نبض عظیم ہو یعنی اس میں طول و عرض و شرف یعنی بلندی تینوں ہوں تو ان میں عرض زیادہ ہوگا تو دموی امراض، بلندی زیادہ ہوگی تو سوداوی، طول زیادہ ہوگا تو صفراوی امراض ہوں گے جیسے عرض زیادہ ہو تو عشق، مالیخولیا دموی نزلہ و زکام، خناق دموی، ورم نفس دماغ، ذات الریہ ورم ثدین خفقان، کثرت الطمث، شرف و طول زیادہ ہو تو حمی عصبی تپ دق درجہ سوم وغیرہ ہوں گے۔

اگر نبض میں طوالت آجائے یعنی چاروں انگلیوں یا اس سے بھی تجاوز کرے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حرارت بدستور بڑھ رہی ہے لیکن نبض میں شرف ہوگا تو مذکورہ حالات بدستور ہوں گے لیکن طبیعت تحلیل مواد پر غالب آرہی ہوگی لیکن جب نبض میں شرف نہ رہے اور نبض انہی انگلیوں کے نیچے وسط و قعر کلائی میں ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ صفرا پیدا ہو رہا ہے۔ جو ان مذکورہ سوداوی علامات کا خاتمہ کر دے گا۔

غدی عضلاتی نبض:

غدی عضلاتی نبض میں طول اور حرارت کو دیکھا جاتا ہے۔ یہ عموماً نہ شرف و بلندی میں ہوتی ہے نہ ہی بالکل پستی میں اس میں قوت قرع کو ضرور ذہن نشین کرنا چاہئے کیونکہ اگر قوت قرع نہیں تو ضعف و اضمحلال و لاغری بڑھ رہی ہوگی۔ ہاں یہ بلندی و پستی دونوں کے درمیان میں ہوتی ہے جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے۔ یہ نبض وسط میں ہوگی اور رجوع بلندی و شرف کی طرف ہوگا۔ اس کی علامات یہ ہوں۔ گرمی و خشکی' غلبہ صفراء یرقان' سوء القنیہ' حدت و جلن بخار' استسقاء کا امکان' دست و پا' حلق و گلا' سینہ اور آنتوں و مثانہ و پیشاب میں جلن مروڑ' التہاب باریطون' ذات الجنب تپ محرقہ' سوزش بے چینی' سوزش خصیۃ الرحم' طمث و حیض میں بے قاعدگی یعنی درد اور بعض اوقات' مہینہ میں دو تین بار آنا یا استحاضہ کی کیفیت' خفقان' ضعف قلب' پھیپھڑوں دل اور معدہ میں سوزش' دم پھولنا' پٹھوں کا کمزور ہونا' سن ہونا' کارونری' تھرامبس (انورسما) یعنی سدہ شریانی' پتھری پڑ جانا' ہائی بلڈ پریشر بخار کی حالت ابتدا ورم وغیرہ۔

اگر نبض وسط میں بھی ہو لیکن طول کے بجائے قصیر ہو تو تپ لرزہ جریان خون' اندرونی زخم وجع القلب اور جب نبض باریک و تنگ یعنی ضیق بھی ہو تو تپ محرقہ' التہاب باریطون' ذات الجنب اور اگر شریان میں سختی بھی آجائے یعنی صلب ہو تو ذات الریہ رعشہ گردوں کے امراض ہوں گے۔

غدی اعصابی نبض:

یہ نبض وسط میں ہی ہوتی ہے لیکن اس میں عرض اور رجوع قعر یعنی کلائی کی گہرائی کی جانب ہوتا ہے تو ایسی حالت میں گرم تر مزاج پر دلالت کرتی ہے اور علامات دموی ہوں گی یعنی حواس میں سستی جسم بوجھل نیند کا غلبہ ذائقہ شیریں جگر گردے' امعاء و رحم میں سوزش کمر اور شانوں میں بوجھ اور درد کمر اور کبھی غلبہ خون جیسے دباؤ کابوس' سیلان میں چپک و لیس دار مواد کا اخراج نزلہ حار' سرعت انزال' سوزاکی زہر سلسل بول پاخانہ میں آؤں آنا' ضعف معدہ و ہاضمہ و عضلات جسم' بھوک بند ہونا وغیرہ۔

اعصابی غدی نبض:

یہ نبض بالکل نیچے قعر کلائی میں ہڈی کے پاس معلوم ہوگی۔ اسی کو نبض منخفض بھی کہتے ہیں اور قوتوں کے فنا ہونے کے قریب دودی نملی ہوتی ہے جبکہ غلیظ نبض منشاری مرتعش متواتر اور موجی میں بدل جاتی ہے۔ اسی طرح منخفض دودی نملی میں یہ نبض اعصابی دردوں' ہیضہ قے اسہال محرقہ و دماغی بے ہوشی کثرت رطوبات زکام جریان کثرت بول غیرارادی' چیچک' لیشر غس قلت خون و کثرت بلغم ضعف باہ (نامردی کی حد تک) سیلان یعنی لیکوریا' ذیابیطس بول فی الفراش' قے' اسہال' غروب القلب' کمزوری و ناطاقتی' رنگت پھیکی' لمس میں نرمی و سردی موقع پر پائی جاتی ہے۔

نبض کے تصور پر کچھ باتیں

میں نے ہجوم کار میں جو مختصر وقت ملا نبض پر آسان انداز میں بات کرنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ طلباء طب کو اس سے راہنمائی ملے گی اور تشخیص امراض میں سہولت رہے گی۔ میں نے اس دوران کلیات قانون تعریف النبض اسرار شریانیہ موجز القانون قانونچہ اور مفرح القلوب مبادیات طب وغیرہم کو مدنظر رکھا ہے۔ نیراعظم سے کماحقہ استفادہ نہیں کر سکا تاہم نبض کا تصور ذہن نشین کرانے کی جو کوشش کی گئی ہے' وہ آسان اور سہل پیرایہ میں بیان ہوئی۔ امید ہے کہ قارئین اس کو پسند فرمائیں گے اور اگلے ایڈیشن میں اس میں مزید وسعت دینے کی کوشش بھی ہوگی۔ ہاں طبیب کے لئے چند ضروری امور درج کئے جاتے ہیں جو نبض دیکھتے وقت پیش نظر رہنے ضروری ہیں۔

طبیب کے فرائض:

طبیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان باتوں کو نبض دیکھتے وقت ضرور پیش نظر رکھے:

1- قوت قرع:

آیا نبضہ و ٹھوکر قوی ہے یا ضعیف۔

2- شرف نبض:

نبض کا شرف ہمیشہ کثرت حرارت غریزی اور قوت کی دلیل ہوتا ہے۔

3- عرض نبض:

نبض میں عرض رطوبت غریزی کی دلیل ہوتا ہے۔

طبیب کو لازم ہے کہ مریض کی نبض ملاقات ہوتے ہی فوراً نہ دیکھے بلکہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک مریض کو آرام کرنے دے تاکہ اس پر غم و خوف اور غصہ سفر کی تکان نہ رہے۔ مریض نہ تو سیر شکم ہو نہ ہی خالی پیٹ بلکہ ہلکا ناشتہ کیا ہو جو دو گھنٹہ قبل ہو۔ مریض کو طبیب کے آمنے سامنے بیٹھنا چاہئے۔

مریض کے دائیں ہاتھ کی نبض دائیں سے اور بائیں کی بائیں ہاتھ سے دیکھے۔ دوسرا ہاتھ مریض کی کہنی کے نیچے بطور سہارا رکھے۔

نبض دیکھتے وقت مریض کا ہاتھ پہلو کے مقابل شکم سے چار چھ انچ الگ ہو۔ دوران نبض مریض کا انگوٹھا آسمان کی طرف اور چھوٹی انگلی زمین کی جانب ہو۔ مریض کے بازو یا کسی دوسرے عضو پر مضبوط بند (دھاگہ تعویذ وغیرہ) نہ ہو۔ طبیب کو چاہئے کہ مریض سے زبانی باتیں کر کے اس سے موانست پیدا کرے۔ اگر مریض جلدی کا مظاہرہ کرے تو کسی دوسرے وقت پر نبض دیکھنے کو موقوف رکھے۔ نبض کم از کم تیس قرع تک دیکھے اور اس میں قوت، حرارت و رطوبت غریزی کے ساتھ ساتھ نبض میں استوار و اختلاف کو جاننے کی کوشش کرے۔ نبض میں امتلاء و خلا کو ذہن میں رکھے۔ جب صالح الاخلاط سے امتلاء ہوگا تو نبض میں ضعف نہ ہوگا اور جب فاسد الاخلاط سے امتلا ہوگا تو نبض دبی ہوئی ہوگی۔

نبض دیکھتے وقت چونکہ ایک ایسے جسم کو چھوا جاتا ہے جس کی ساخت اسفنجی ہوتی ہے اور اس اسفنجی ساخت کی کھی بوٹی میں ہوا اور رطوبت بھری ہوتی ہے۔ جس میں شریانی اور وریدی خون کی وجہ سے ایک خاص اندازہ و اعتدال کی حرارت ہوتی ہے اور جب اس میں ہوا، رطوبت اور گرمی کے خاص تناسب و اعتدال میں فرق واقع ہو جاتا ہے۔ مثلاً عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر گوشت کا کوئی ٹکڑا پانی میں کچھ دیر تک پڑا رہے تو اس میں پانی بھر جاتا ہے جس سے وہ پھیل جاتا ہے اور اگر اس ٹکڑے کو پانی میں رکھ کر پکانا شروع کر دیں تو وہ پانی میں حل ہونا اور گلنا شروع ہو جاتا ہے جبکہ اسی ٹکڑے کو کباب کی صورت تکے بنا کر آگ میں رکھیں تو اس کی رطوبات خارج ہو کر وہ سکڑ جاتا ہے۔ بالکل ایسی ہی صورت جسم میں آلہ شریان نبض کی

ہوتی ہے۔ جو کبھی کثرت رطوبات سے پھیل کر ڈھیلا اور نرم ہو جاتا ہے۔ (نبض عرض) اور کبھی گرمی کی زیادتی سے اس میں تحلیل واقع ہو جاتی ہے اور گاہے گاہے ریاح کی زیادتی سے وہ سکڑ جاتا ہے۔ نبض کا دیوار شریان کا جسم چونکہ زیادہ تر عضلاتی ریشوں سے ہی بنا ہوا ہے اس لئے نبض بھی عضلات اور دل کے انہی حالات کی نمائندگی کرتی ہے جب نبض میں عرض و نرمی بڑھتی ہے تو یہ عضلات جسم میں رطوبات کے بڑھنے کی علامت ہوتی ہے۔ ایسے وقت نبض کی حرکت میں کمی و ضعف آجاتا ہے۔

جب نبض میں تناؤ' سکیڑ اور حرکات تیز ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عضلات کی رطوبات خشک ہو رہی ہیں۔ جسم میں ریاح کا غلبہ ہو رہا ہے اور جب نبض میں گرمی کی زیادتی محسوس ہو اور ساتھ ہی حرکات دل قوی کے بجائے کمزور ہوں تو اس وقت عضلات تحلیل ہو رہے ہیں۔ جب رطوبات کا غلبہ ہوگا تو اعصاب و دماغ میں تیزی و سوزش ہوگی اور ریاح کے غلبہ نبض کی تیزی و سکیڑ میں سوزش عضلات اور ضعف دماغ ہوگا جبکہ جگر میں فاسد مواد کا اجتماع ہوتا ہے اور اگر حرارت کی زیادتی ہو قرع نبض کمزور ہو تو جگر میں سوزش ضعف دل اور دماغ و اعصاب میں سکون ہوگا۔

ذیل میں مختلف حالات اور عمر کے درجات مزاج' موسم' شہروں' نیند' بیداری' ورزش' غذا و مشروب درد و ورم نفسیاتی اعراض اور امراض کی مناسبت سے نبض کی حالت نام و اقسام درج کئے جاتے ہیں تاکہ طلبہ کو یاد کرنے میں سہولت رہے۔

نبض بااعتبار عمر:

1- ○ سن نمو میں نبض:--- سریع متواتر و عظیم ہوگی۔
○ سن شباب میں نبض:--- قوی عظیم بطی متفاوت ہوگی۔
○ سن کہولت میں نبض:--- صغیر و بطی ہوگی۔
○ شیخوخیت میں نبض:--- ضعیف متفاوت و لین ہوگی۔

نبض بااعتبار مزاج:

2- ○ حار مزاج کی حالت میں نبض:--- قوی و عظیم ہوگی۔
○ بارد مزاج میں نبض:--- بطی صغیر و متفاوت ہوگی۔

- رطب مزاج میں نبض:--- موٹی و عریض ہو گی۔
- یابس مزاج میں نبض:--- دقیق و صلب ہو گی۔

نبض بلحاظ فربہی و لاغری:

3-
- موٹے آدمی کی نبض:--- صغیر و سریع ہو گی۔
- دبلے آدمی کی نبض:--- عظیم و قوی ہو گی۔
- گوشت کی وجہ سے موٹے کی:--- سریع و قوی ہو گی۔
- چربی کی وجہ سے موٹے کی:--- بطی و ضعیف ہو گی۔

نبض بلحاظ و باعتبار موسم:

4-
- بہار میں نبض:--- معتدل ہو گی۔
- گرمی میں نبض:--- سریع متواتر ضعیف و صغیر ہو گی۔
- برسات کے موسم میں:--- مختلف مائل بہ ضعف ہو گی۔
- سردی کے موسم میں:--- صغیر و بطی ہو گی۔

سونے جاگنے کے اعتبار سے نبض کی حالت:

5-
- ابتداء نیند میں نبض:--- صغیر و ضعیف یا متفاوت یا بطی ہو گی۔
- دوران نیند معتدل وقت میں نبض:--- عظیم و قوی و بطی ہو گی۔
- اگر بھوکا سوئے تو نبض:--- صغیر و بطی و متفاوت ہو گی۔
- طبعی بیداری میں نبض:--- عظیم و سریع ہو گی۔

موسم کے اعتبار سے نبض:

موسم بہار میں نبض عموماً معتدل ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح معتدل مزاج شہر میں بھی اس کے باشندوں کی نبض معتدل ہو گی لیکن ایک بات انتہائی ضروری ہے جو طبیب کو مستحضر رہنی چاہئے وہ یہ کہ قدرت نے ہر موسم میں ایک خاص صفت رکھی ہے وہ یہ کہ ہر موسم اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے ایک خاص قسم کا ماحول (من حیث المجموع) پیدا کرتا ہے اور اس لحاظ سے اس کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے مخالف و متضاد موسم مزاج میں پیدا ہونے والے امراض کا قدرتی طور پر خاتمہ کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں اور مخلوق پر خاص کرم ہے

کہ جو علاج وغیرہ کی استطاعت نہیں رکھتے' اس طرح وہ بھی اس قدرتی ماحول کی وجہ سے مختلف امراض سے نجات پا لیتے ہیں اور اپنے موافق مزاج و ماحول کے امراض ان موسموں میں جنم لے لیتے ہیں جیسے موسم بہار میں عموماً اسہال' قے اور ہیضہ کے امراض زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس موسم میں ظاہری جلد بدن پر پھوڑے پھنسیاں نکل آتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ موسم بہار میں سابقہ موسم سرما میں جس میں رکی ہوئی رطوبات موجود ہوتی ہیں جو گرمی کے موسمی اثر کی وجہ سے تحلیل ہو کر باہر اخراج پانا چاہتی ہیں لہٰذا موسم کی گرمی کی وجہ سے وہ پگھلنے لگتی ہیں اور مواد پھوڑے پھنسی وغیرہ کی صورت میں جسم سے خارج ہونے لگتا ہے اور جسم مواد سے پاک صاف ہو کر کندن بن جاتا ہے۔

موسم گرما کی نبض:

اس موسم میں نبض عموماً سریع متواتر' ضعیف اور صغیر ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس موسم کا مزاج گرم خشک ہوتا ہے۔ لہٰذا گرمی سے جسم انسان میں صفرا کی خلط (غدی عضلاتی تحریک) بڑھ جاتی ہے اور صفرا میں تیزی آنے کی وجہ سے جسم میں بے چینی و حدت کی شدت ہو جاتی ہے۔ دل گھبرانے لگتا ہے' صفراوی بخار اور سوزشی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ حرارت کی زیادتی سے بذریعہ پسینہ خون میں رطوبات کم ہو کر خون گاڑھا اور جسم میں خشکی زیادہ ہو جاتی ہے جس سے قوت کمزور اور ترویح کی حاجت بڑھ جاتی ہے چونکہ قوت کمزور ہو جاتی ہے اس لئے نبض میں نہ عظم رہتا ہے' نہ ہی قرع قوی لہٰذا اس کمی کو پورا کرنے کے لئے نبض صغیر سریع پھر متواتر اور صلب ہو جاتی ہے۔ اس موسم میں سردی کے امراض نزلہ زکام نمونیہ کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ بلغم خشک ہو جاتی ہے۔

موسم برسات و خزاں کی نبض:

اس موسم میں چونکہ ہوا ماحول کبھی گرم کبھی بارش کی وجہ سے مرطوب و سرد ہوتی رہتی ہے اور ماحول بدلتا رہتا ہے۔ اس کو استقرار و دوام نہیں ہوتا۔ اس لئے نبض میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ طبیعت کے موسم کی وجہ سے حیران ہونے کے سبب قوت بھی ٹوٹ جاتی ہے اور خون میں خشکی بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہ موسم گرمی کے موسم کے بعد آتا ہے۔ لہٰذا گرمی کا حقیقی زور تو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے خون میں خشکی بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا مجموعی طور پر جہاں موسم کا

مزاج سرد خشک ہوتا ہے' وہاں جسم میں سرد خشک مزاج و خلط سوداء بڑھ جاتے ہیں۔ سوداء کی وجہ سے ہی ریاحی امراض بڑھ جاتے ہیں۔ جسم میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔ ہاضمہ خراب اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ سوداء بڑھنے سے بھوک زیادہ ہو جاتی ہے۔ انسان زیادہ کھا لیتا ہے لیکن خلاف عادت ہونے کی وجہ سے طبیعت پر بوجھ بن جاتا ہے۔ خون سوداء بڑھنے سے گاڑھا ہو جاتا ہے اور صفرا کم ہو جاتا ہے۔ وہاں صفراوی امراض کی شدت بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ نبض مختلف مائل بہ ضعیف ہو جاتی ہے۔

موسم سرما کی نبض:

اس موسم میں خزاں کی سردی کے ساتھ ساتھ رطوبات بھی زیادہ ہو جاتی ہیں اور فضا میں نمی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح موسم کا مزاج سرد تر بن جاتا ہے اور بدن انسان میں بلغم کی زیادتی ہو کر بلغمی امراض جنم لینے لگتے ہیں جیسے نزلہ زکام نمونیہ سردی لگنا وغیرہ۔ لہٰذا اس موسم میں نبض بطی اور صغیر ہو جاتی ہے کیونکہ روح و خون اندرون جسم کی طرف رجوع کیے ہوتے ہیں۔ اس موسم میں خون کی گرمی اور صفراوی امراض یا تو خودبخود ختم ہو جاتے ہیں۔ یا انہیں ختم کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

نبض بلحاظ ورزش:

جب آدمی معتدل اور ہلکی ورزش ریاضت کرتا ہے تو ابتداً نبض عظیم و قوی ہو جاتی ہے کیونکہ حرارت عزیزی بڑھنے سے قوت قوی ہو جاتی ہے لیکن جب آدمی بہت زیادہ ورزش کرتا ہے تو پھر مسامات کھلنے اور پسینہ آنے سے حرارت بھی تحلیل ہونے لگتی ہے۔ اس لئے سخت ریاضت سے نبض سریع و متواتر پھر ضعیف پھر قوت کے تھک جانے سے صغیر ہو جاتی ہے۔ جب آدمی پھر بھی ریاضت کو جاری رکھے تو نبض دودی نملی اور جب ریاضت اتنی شدید ہو کر قرب ہلاکت کا خدشہ ہو تو پہلے دودی پھر ضعیف و صغیر اور متفاوت و بطی ہو جاتی ہے۔

نبض کی حالت باعتبار غذا:

اگر معتدل آدمی اعتدال سے غذا لے تو نبض عظیم و سریع و متواتر ہو گی اور اگر غذا حد اعتدال سے زیادہ کھالیں تو نبض مختلف ضعف والی ہو گی۔

— اور اگر غذا حد اعتدال سے کم کھائی ہو تو نبض عظیم سریع اور قوت کی طرف مائل ہو

گی۔

- اور اگر کوئی گرم مزاج آدمی گرم غذا کھائے تو نبض ضعیف سریع اور متواتر ہو گی۔
- اسی طرح اگر سرد مزاج آدمی گرم غذا لے لے تو نبض قوی و عظیم ہو گی۔
- اور سرد مزاج والا سرد غذا لے تو اس کے برعکس نبض صغیر ضعیف و متفاوت ہو جائے گی۔

نبض کی حالت غسل کرنے کے لحاظ سے:

جب سرد یا گرم پانی سے غسل کیا جائے اور معتدل ہو تو نبض عظیم و قوی و لین ہو جاتی ہے کیونکہ قوت مجتمع ہو کر قرعہ قوی اور آلہ شریان کی تری سے عظیم و لیونت ہو جاتی ہے۔ اگر حمام میں عرصہ تک رہیں تو گرم بخارات آب و ہوا کی وجہ سے ضعیف و بطی و متفاوت اور اگر قوت تحلیل ہو تو گرم پانی اعضاء کو اندر تک گرم کر دیتا ہے۔ اس وقت نبض میں عظیم کے بعد سرعت و تواتر واقع ہو جاتا ہے۔ مزید گرمی کے اثر سے بطور تفاوت اور از حد اعضاء کے گرم ہونے پر آخر میں غشی بھی طاری ہو سکتی ہے اور آخر یعنی بعد از غسل نبض موجی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح سرد پانی سے جب ظاہر بدن کو دھویا جائے تو نبض قوی و عظیم و سریع ہو جاتی ہے لیکن جس پانی میں گندھک کی آمیزش ہو خواہ وہ چشمہ کا ہو یا ویسے ملائی گئی ہو تو نبض میں سرعت واقع ہو جاتی ہے۔ اس طرح پھٹکڑی وغیرہ حابس اشیاء سے نبض میں صلابت واقع ہو جاتی ہے۔

دردوں کی حالت میں نبض:

جب درد کی ابتداء ہو اور وہ کم ہو تو نبض سریع و متواتر ہو جاتی ہے لیکن جب درد میں شدت ہو تو قوت کے انتشار اور طبیعت مدبرہ بدن کی پریشانی سے دودی نملی اور جب اندرونی اعضا میں ہوتا ہے تو نبض صغیر و متواتر ہو جاتی ہے۔

ورم کی حالت میں نبض:

جب ورم حار ہو اور مادہ میں نضج کامل نہ ہو بلکہ خام و پختہ ملا جلا ہو تو نبض منشاری ہو جاتی ہے۔ جس کے ساتھ ارتعاش و سرعت و تواتر بھی ہوتا ہے اور جب ورم یابس ہو تو منشاری لیکن نرم ورم (لین) میں موجی نبض پائی جائے گی۔ سرد ورم میں متفاوت بطی ہوگی اور جب

پختہ ہو جائے گا تو ورم لین کی مانند یعنی موجی ہو گی۔

اسی طرح مدت ورم کے لحاظ سے بھی نبض میں اختلاف واقع ہو جاتا ہے جیسے ورم حار کی ابتدا میں نبض قوی عظیم سریع و متواتر ہو جاتی ہے اور ورم کے تزاید (زمانہ تزاید بڑھنے زیادہ ہونے) کے وقت نبض عظیم وقوی و متواتر اور گاہے صلب ہو گی۔ یاد رہے صلابت و عظم جمع نہیں ہوتے۔ اسی طرح انتہائے ورم میں نبض صلب ہو جاتی ہے لیکن جب ورم عرصہ تک رہے تو نبض میں بوجہ صالح رطوبات کے فنا ہو جانے کے نبض صلب دقیق و سریع و متواتر ہو جاتی ہے اور اگر مدت مزید دراز ہو تو ضعف اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے نبض نملی ہو جاتی ہے لیکن جب ورم پک کر پیپ جاری ہو جاتی ہے تو طبیعت و اعضاء سے بوجھ اترنے اور کم ہونے سے نبض قوی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جب کسی عصبانی عضو میں ورم ہو جیسے معدہ و امعاء یعنی قولون و مثانہ و اورزہ و غشاء وغیرہ میں تو نبض میں صلابت و منشاریت ہو جاتی ہے۔

اور اگر ورم وریدوں اور شریانوں والے عضو میں ہو جیسے پھیپھڑے اور تلی وغیرہ کہ ان میں وریدیں و شریانیں زیادہ ہوتی ہیں تو نبض میں عظم و اختلاف ہو جاتا ہے اور جگر جیسے اعضا میں وریدیں شریانیں زیادہ نہیں ہوتیں تو نبض میں بھی عظم و اختلاف گھٹ جائے گا۔

وہ اعضاء جن میں حس کم یا زیادہ ہوتی ہے اس لحاظ سے بھی طبیعت پر اثر پڑتا ہے جیسے معدہ حجاب میں ورم کی صورت میں غشی و تشنج کے مریض جیسی ہو گی۔ حجاب کی طبیعت عصب کی طرح ہے اور معدہ میں عصبانی ہے اور لہٰذا دونوں کی حس زیادہ ہوتی ہے۔ ورم ریہ میں خناق والے مریض کی نبض جیسی ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں دل کو ہوائے تازہ نہیں پہنچتی۔ ورم جگر و ذبول میں مشابہت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ دونوں صورتوں میں جسم کو غذا نہیں ملتی۔ ورم جگر میں غذا کیلوس میں نہیں بدلتی۔

نبض بلحاظ اعراض نفسانی:

1- خوشی کی صورت میں نبض میں تفاوت ہو جاتا ہے۔

2- غم کی حالت میں نبض ضعیف صغیر متفاوت و بطی ہو جاتی ہے۔

3- خوف کی حالت میں اگر اچانک خوف طاری ہو تو سریع و مرتعش اور مختلف ہو جاتی

ہے۔ عام خوف میں صغیر و ضعیف۔

4- غصہ کے وقت نبض عظیم شاہق (مشرف) سریع و متواتر ہو جاتی ہے۔

5- شرمندگی (خوف اور غصہ کے ملنے کا نام ہے) تو نبض میں اختلاف واقع ہو جاتا ہے کیونکہ غصہ میں خون یکبارگی باہر آتا ہے' خوف میں یکبارگی اندر جاتا ہے۔ اس لئے اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔

6- لذت کی حالت میں نبض میں عظم آجاتا ہے۔

نبض بلحاظ امراض و علامات:

گرم سرسام میں نبض میں صغر ضعف صلابت اور موجیت کی طرف میلان ہو گا اور جب گرم تپ کی شدت ہو تو نبض عظیم سریع متواتر ہو جاتی ہے اور نہایت زور و شدت بخار میں عظیم و مرتعش ہو گی کبھی مختلف بھی۔

سرسام بارد میں متفاوت بطی و موجی ہوگی جبکہ درد سر حار میں سرعت و تواتر ہو گا۔ درد سربارد میں متفاوت و بطی ہوگی اور جنون کی حالت میں صلب و صغیر لیکن آغاز جنون میں قوی ذ سریع ہوگی۔ عشق میں غیر منتظم لیکن جب عاشق معشوق کو دیکھتا ہے تو یا اس کا نام سنتا ہے تو نبض معتدل و عظیم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح لقوہ میں جب تمدد ہو تو صلب اور فالج میں موجی اور ضعیف و متفاوت اور بطی ہوگی اور اگر قوت کمزور ہو تو نبض ضعیف و غیر منتظم مرگی میں بلغمی ہو تو تفاوت و بطوء سوداوی ہو تو صلابت و صغر سکتہ میں موجی حمی یوم میں عظم و تواتر ہو گا۔ بخار میں نبض میں اختلاف و غیر منتظم ہوگی حمی غم میں نبض منخفض اور سریع اور مختلف اور بخار کے درمیان عظیم قوی جب غب خالص ہو تو اول نبض ضعیف صغیر اور متفاوت اور پھر عظیم ہو جاتی ہے اور غب غیر خالص میں ضعیف اور صغیر اور مختلف اور بخار کے درمیان (تزاید میں) عظیم اور پھر برعکس ہو جاتی ہے۔ غب خالص و شطرالغب میں اول مختلف اور منخفض اوز درمیان میں عظیم کی طرف میلان ہو جاتا ہے۔ بلغمی بخار میں بھی اول منخفض پھر صغیر و ضعیف اور متفاوت پھر متواتر اور مختلف۔

دموی مطبقہ میں ممتلی نرم' عظیم اور قوی اور کبھی قوی و عظیم کے ساتھ سرعت بھی ہو جاتی ہے۔ جب خون میں عفن (عفونت) ہو تو نبض میں عظم سرعت اور اختلاف پایا جاتا ہے۔

بخار ربع بلغمی میں نرم و بطی ربع صفراوی میں نبض سریع اور متواتر ہوتی ہے جبکہ تپ ربع دموی میں عظیم و لین اور تپ ربع سوداوی میں صلب و صغیر ہوگی۔ ان مذکورہ دلائل کی سچائی اس وقت ہی ثابت ہوتی ہے جبکہ مذکورہ امراض مفرد ہوں اور کوئی دوسرا مرکب مرض ساتھ ملحق نہ ہو ورنہ اختلاف کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہوتا ہے۔

دونوں ہاتھوں کی نبض میں اختلاف کا ذکر:

بعض اوقات دونوں ہاتھوں کی نبض دیکھنے پر اختلاف محسوس ہوا کرتا ہے جو مختلف حالات بدن کی طرف رہنمائی کرتا ہے چنانچہ کبھی ایسا ہوتا کہ ایک ہاتھ کی نبض واضح اور قوی معلوم ہوتی ہے جبکہ دوسرے ہاتھ کی نبض کمزور لیکن کبھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی ایک کلائی میں یا اس کی شریان میں کوئی عارضی نقص واقع ہو جاتا ہے جیسے چوٹ و صدمہ یا زخم و دمل وغیرہ کا ہونا۔ لہٰذا اگر کوئی خلقی یا عارضی نقص نہ ہو تو جس جانب کی نبض قوی ہوگی وہ حصہ جسم صحت مند ہوتا ہے اور دوسرا حصہ بیمار لہٰذا جس شخص کی نبض دائیں جانب قوی ہوگی اس کا جگر گردے آلات تناسل قوی ہونگے چہرہ لمبا ناک کا سرا باریک آنکھیں بادامی مائل بہ صغر ہوں گی۔ ایسے افراد کو اکثر نرینہ اولاد ہوگی اور فطرتاً تادم مرگ اپنی طبعی حالت پر رہیں گے۔ ایسے افراد کا ہاضمہ (آلات غذا قوی ہونے کی وجہ سے) درست ہوگا اور پھر قوی جانب کی نبض طویل عریض و مشرف یعنی عظیم ہوگی اور ضعیف جانب کی نبض قصیر ضیق و نسبتاً منخفض ہوگی۔

جب دائیں ہاتھ کی نبض قوی و سریع ہو تو ایسے آدمی کو حرارت جگر اور سرعت انزال اور حرقت البول کا عارضہ ہوگا۔

اسی طرح دائیں ہاتھ کی نبض میں فترہ اور بائیں نبض میں سرعت علامت منذرہ اور سقوط قوت و انجام کی علامت ہوتی ہے۔

پھر جب دائیں نبض مشرف عریض قوی (عظیم) خلقی طور پر ہو تو ایسے آدمی کا نچلا نصف حصہ جسم قوی ہوگا جبکہ بالائی کمزور ہوگا اور دایاں حصہ قوی بایاں کمزور ایسے افراد کا سینہ کسی قدر دبلا پتلا چہرہ لمبوترہ مستطیل اور منہ کا سوراخ، ہونٹ آنکھیں کان و کھوپڑی چھوٹے ہوں گے۔ نتھنے تنگ لب ہونٹ پتلے ہوں گے۔

جس شخص کی دائیں نبض ضعیف ہوگی اور ساتھ ہی ضیق و منخفض بھی ہو اس کا فم معدہ

سے نیچے تک کا (نصف زیریں) حصہ کمزور ہو گا۔ اس کا پیشاب ناقص ہضم ہونے کی وجہ سے غلیظ و رسوب والا ہو گا۔ پاخانہ کچا غیر منہضم سفیدی مائل اور قراقر سے آئے گا اور پیدائشی طور پر معدہ و آنتیں کمزور ہوں گی۔

بائیں ہاتھ کی نبض:

اگر کسی شخص کی نبض بائیں ہاتھ کی قوی ہو تو اس کا دل دماغ قوی ہوں گے' حافظہ و ذہانت بھی اچھے ہوں گے اور پھیپھڑے مضبوط سینہ وسیع آنکھیں گول اور بڑی ہوتی ہیں۔ اس کا چہرہ گول ناک کا سرا موٹا بلند بلند نتھنے اور آنکھیں بڑی روشنی تیز لیکن منی کا نطفہ پتلا آلات تناسل کمزور جگر بھی کمزور اور خون کی پیدائش کم ہوگی۔ ریاح زیادہ اور اوپر کا جسمانی حصہ مضبوط اور نچلا حصہ نسبتاً کمزور ہو گا۔

بائیں نبض اگر ضعیف ذوالفترہ ہو نو بردوت مثانہ کے ساتھ ضعف باہ و بانجھ پن ہو گا۔ اسی طرح ایسی صغیرہ و قصیر نبض جو اقطار ثلاثہ میں کم اور ایک پورے سے بھی کم نقطہ کی مانند ہو وہ بھی بانجھ ہونے کی علامت ہوتی ہے کیونکہ حرارت و رطوبت عزیزی کی کمی ہوتی ہے جو اس جسم خاص کی ضروریات کو پورا کرنے سے بھی قاصر ہوتی ہے لہٰذا جو دانہ، جسم یا وجود خود اپنی ضروریات پوری کرنے سے عاجز ہو گا وہ اپنا مثل پیدا کرنے پر کس طرح قادر ہو گا۔

اسی طرح وہ بانجھ جن کی بائیں نبض ٹیڑھی ہو ان کو نفع ہونا مشکل ہوتا ہے اور پیدائشی ضعف قلب بھی بانجھ پن کی علامت شمار ہوتا ہے اور اس کی منی سفید ہوتی ہے' جسم میں کرم منی نہیں ہوتے۔

جن لوگوں کی نبض صلب و صغیر ہوگی وہ ضعف باہ و سرعت انزال و جریان اور احتراق دموی کے شکار ہوتے ہیں اور جب بائیں ہاتھ کی نبض میں سرعت بہت زیادہ ہو تو انہیں مثانہ و پھیپھڑوں میں زخم ہونے کی صورت میں سرعت سبابہ پر اور مثانہ کی صورت میں آخری انگلی پر سرعت محسوس ہوتی ہے۔ یاد رہے دل سے گردہ مثانہ کا اس لئے گہرا تعلق ہوتا ہے کہ دل سے بائیں گردہ میں اور بائیں گردہ سے مثانہ تک اور وہاں سے گردن مثانہ تک اور خصیوں تک دو شریانیں دل سے آتی ہیں۔

اسی طرح جگر سے گردہ اور گردہ سے پھیپھڑوں میں پھر دل میں ورید آتی ہے اور گردے

خون کو کثافت ارضی سے صاف کرتے ہیں جبکہ پھیپھڑے دخانی مواد کو خون سے الگ کر کے اسے اعتدال پر لے آتے ہیں۔

دقی بخار:

دق کے بخار میں نبض مستوی یعنی برابر ہوتی ہے اور دونوں ہاتھ کی نبض عموماً مائل بہ موجیت ہوگی۔ اسی طرح جب ورم جگر ہوگا تو دائیں نبض تو ظاہراً ہی موجی ہوگی اور بائیں پوشیدہ طور پر یعنی بائیں نبض کو دبا کر دیکھیں گے تو موجی ہوگی۔

اسی طرح جب دماغ کے جسم میں ورم ہو جائے تو بھی موجی ہوگی اور اگر ورم کا اثر حجاب تک رہے تو منشاری (وہ عضلاتی پردہ ہے)۔

جب دونوں ہاتھوں کی نبض سریع ہو اور خصوصاً دائیں ہاتھ کی نبض میں سرعت زیادہ ہو تو عروق جگر میں عفونت سے محرقہ عفینہ ہوتا ہے اور جب بائیں ہاتھ کی نبض زیادہ سریع ہو تو حوائی قلب کی عروق (وریدوں) میں عفونت سے محرقہ ہوگا۔ ایسی حالت میں معرقات نہ دیں ورنہ نقصان ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ معدہ کی عروق میں عفونت سے نبض دونوں جانب سریع ہو جاتی ہے۔

نبض بلحاظ عفونت اخلاط:

جب بلغم و خون میں عفونت ہوتی ہے تو بوجہ کثرت رطوبات نبض عریض اور سریع ہو جاتی ہے کیونکہ رطوبت کا خاصا و تقاضا عرض ہے۔

— اور جب سوداء میں عفونت واقع ہو تو نبض ضیق و سریع ہوگی۔
— اور جب صفراء میں عفونت ہو تو نبض میں شرف و سرعت ہوگی۔
— صفراء میں بوجہ حرارت نبض کا آلہ انبساط کو قبول کرتا ہے اس لئے شرف آسان ہے۔

نوٹ:

یاد رہے عفونت ہر خلط میں وریدوں میں ہوا کرتی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جس طرف نبض بطی الزوال اور فترہ والی ہوگی، ادھر فالج ہوگا۔ دائیں طرف دماغ کے دائیں حصہ میں اور بائیں طرف سے خفقان و فالج اور اگر دونوں طرف سے ہی فترہ ہو تو مالیخولیا ہوگا لیکن ایک خاص بات یاد رہے کہ مالیخولیا مراقی میں صرف دائیں جانب فترہ

ہوا کرتا ہے اور آلات غذا معدہ و جگر کمزور (ضعیف) اور خراب ہوتے ہیں۔

حمل میں نبض کی حالت پر مزید توضیح:

جب حمل ٹھہرے تو پہلے جگر میں اور پھر دل میں عارضی طور پر حرارت و سرعت ہو جاتی ہے۔ یہ ایک دو ہفتہ تک رہتی ہے۔ اس کے بعد ثقل اعصاب کی بناء پر نبض میں فترہ آجاتا ہے جو چالیس دنوں کے بعد ختم ہو جاتا ہے کیونکہ طبیعت اب جنین کے ثقل (بوجھ) کو برداشت کرلیتی ہے' پھر رطوبت زیادہ پیدا ہوتی ہے تو نبض میں عرض بڑھنے لگتا ہے۔ لڑکی میں تین اور لڑکے میں چار ماہ بعد روح پڑ جاتی ہے اور جب قوی الکبد عورت کی دائیں نبض میں ضغطہ ہو تو لڑکا پیدا ہونے کا امکان ہو گا اور بائیں نبض میں ضغطہ ہو گا تو لڑکی کا امکان ہو گا۔

چونکہ رحم میں دائیں اور بائیں دو تھیلیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر عورت کی دائیں نبض قوی ہوگی تو نطفہ بائیں تھیلی میں قرار پائے گا جو عموماً لڑکی ہوگی اور اگر عورت کی نبض بائیں ہاتھ کی قوی ہوگی تو نطفہ دائیں جانب کی تھیلی میں ٹھہرے گا جو عموماً لڑکا ہوتا ہے۔

یاد رہے حاملہ کو حمل ٹھہرنے سے لے کر زچگی اور رضاعت کے زمانہ تک سخت احتیاط کی ضرورت ہوا کرتی ہے کیونکہ اس کی صحت و تندرستی دو وجودوں کی صحت و تندرستی کی ضامن ہوا کرتی ہے۔ یعنی حمل کی صورت میں جنین اور رضاعت کی صورت میں نومولود کی صحت کا مدار ماں کی صحت پر ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا زمانہ زچگی میں شریان نبض کا سرد ہونا کزاز کی علامت ہوا کرتا ہے اور ولادت سے چودہ دن کے اندر کزاز ہونا اکثری حالات میں مہلک ہوتا ہے۔ اسی طرح زچگی کے زمانہ میں رات کو ٹھنڈا پانی پلانے سے بھی کزاز ہو جاتا ہے یا پھر کوئی سرد مرض ہو سکتا ہے۔

تشخیص امراض کے دوران چہرۂ مریض کی اہمیت

جب مریض کی طبیب سے ملاقات ہوتی ہے تو سب سے پہلے طبیب کی نظر اس کے چہرہ پر پڑتی ہے جن اطباء کو چہرہ شناسی کا ملکہ ہوتا ہے اور وہ اس پر مہارت حاصل کرلیتے ہیں تو ان کی عزت و شہرت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ اصولی باتیں جن سے طبیب کو چہرہ شناسی میں راہنمائی مل سکتی ہے' درج ذیل کی جاتی ہیں تاکہ ان پر مزید غور و فکر کرکے وہ اپنے علم کو وسعت دے سکے اور روزمرہ کے تجربات و مشاہدات کو ان سے منطبق کرکے اپنے علم میں

اضافہ کرتا رہے۔ ایسی علامات قوت فیصلہ کو جلا بخشتی اور حکم لگانے میں آسانیاں پیدا کرتی ہیں۔
فیصلہ کرتے اور حکم لگاتے وقت رنگت' ہیئت اور ظاہری علامات ان تین امور کو مدنظر رکھنا بہت ضروری ہوا کرتا ہے۔

مریض کے چہرہ کی رنگت:

رنگت میں عموماً مریض کے جسم میں اخلاط کے رنگوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کیونکہ جسم انسان کے جملہ اعضاء اخلاط ہی سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ گویا اخلاط صورت اولیہ ہیں اور اعضاء اخلاط کی صورت ثانیہ جو اخلاط کے ٹھوس صورت اختیار کرنے پر وجود پذیر ہوئے ہوتے ہیں جبکہ اخلاط سیال صورت میں ہوتے ہیں لہٰذا جب مریض کا رنگ سرخ ہو تو یہ اس کے خون کے جوش کی علامات ہوگا اور زرد رنگ صفراء کی کثرت کی دلیل ہوگا جب جسم و خون میں صفرا زیادہ ہوتا ہے تو بدن و آنکھ کی سفیدی والے حصہ میں زردی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ایسے مریض کا ذائقہ تلخ زبان کھردری منہ اور نتھنے خشک پیاس زیادہ اور بھوک کم محسوس کرتے ہیں اور جسم میں کپکپی (پھریری) کا احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح جب مریض کا رنگ سفید ہوتا ہے تو اس کے جسم میں بلغم کی زیادتی ہوتی ہے۔ بدن اور اعضاء ڈھیلے اور ملائم اور چھونے پر سرد محسوس ہوتے ہیں۔ لعاب دہن بکثرت بہتا ہے۔ صفراوی کے مقابلہ میں پیاس کم ہوتی ہے۔ ہاں جب بلغم میں صفرا ملا ہوا ہو تو پیاس زیادہ لگتی ہے۔ بلغمی مزاج آدمی کو کھاری ڈکار اور نیند زیادہ آتی ہے اور جب کسی مریض کا رنگ سیاہ ہوتا ہے تو یہ سودا کی زیادتی کی علامت ہوتی ہے۔ ایسے مریض کا بدن لاغر اور نیلا ہوگا' خون میں سیاہی و کاربن کے غلبہ سے گاڑھا پن ہوتا ہے۔ کھٹی ڈکاریں اور معدہ میں جلن محسوس ہوتی ہے۔ جھوٹی بھوک اور پیشاب کا رنگ سرخ و گاڑھا غلیظ سیاہ اور نیلا ہوتا ہے۔ بدن کا رنگ سیاہ اور جسم پر بال زیادہ ہوتے ہیں۔ غور و فکر' سوچ بچار کی بھی زیادتی ہوتی ہے۔ ان اخلاط و جسم و اعضاء اور چہرہ کے رنگوں سے ذہن کو ان اعضاء کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ جن اعضاء سے ان اخلاط کا تعلق ہوتا ہے یعنی وہ اعضاء جو یہ اخلاط پیدا کرتے' جہاں یہ اخلاط قیام کرتے اور صاف ہوتے ہیں۔ ان رنگوں کی بدولت ہی خون کی کیمیاوی حالت معلوم ہونے کے ساتھ دوسری طرف ان اعضاء کو بھی دیکھ لینا ضروری ہوا کرتا ہے جن کی حالت اپنی طبیعت سے ہٹنے کی وجہ سے یہ اخلاط اور رنگ ظاہر

ہوئے ہیں۔ اسی طرح طبیب کو فیصلہ کرنے میں نہایت آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

ہیئت چہرہ

دوسری چیز چہرہ کی ہیئت ہے:

ہیئت چہرہ سے مراد چہرہ کا اور جسم کا لاغر و فربہ ہونا اس میں خون گوشت اور رطوبات کی کمی و بیشی وغیرہ کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر جسم انسان میں چربی کی زیادتی ہوگی تو اس کے دماغ و اعصاب کے افعال میں تیزی اور عصبی امراض کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ جو طبعی افعال میں سستی و کاہلی کی علامت ہوتی ہے اور جب جسم میں گوشت زیادہ ہو تو ایسی حالت میں جگر کے افعال میں تیزی اور جگر سے متعلقہ امراض ہوں گے۔ گوشت اور عضلات تنے اور کسے ہوں گے لیکن جب جسم لاغر و کمزور دبلا پتلا ہوگا اور چہرہ بھی اندر کو پچکا ہوا ہو تو معدہ و امعا اور گردہ کے امراض ہوتے ہیں لیکن فیصلہ کرنے سے قبل رنگت اور ہیئت کو آپس میں تطبیق دیں تو نتائج صحیح برآمد ہوں گے۔

ظاہری علامات:

ظاہری علامات ایسے مواقع پر انتہائی اہم ہوتی ہیں جب طبیب کو مریض سے استفسار کرنے کے وسائل میسر نہ ہوں۔ مثلاً ایسا مریض جو بے ہوش ہو یا حواس مختل ہوں یا اس کا شعوری توازن درست نہ ہو یا معصوم بچے ہوں جو اپنی حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہوں یا دوسرے افراد میں بھی یہ علامات ضروری ہوا کرتی ہیں۔ ظاہری علامات میں جسم کی ساخت بالوں کی کمی یا زیادتی۔ سر' آنکھ' ناک' کان' ہونٹ' ہاتھ پیروں کا تناسب و بناوٹ چہرے کا لمبا یا گول ہونا چہرے پر داغ دھبے پھنسیاں جسمانی حرکات چلنے پھرنے میں' چال میں' لڑکھڑاہٹ یا جھٹکا ہونا' رینگنا یا کسی عضو کا گھٹنا وغیرہ اور نفسیاتی و جذباتی حرکات و کیفیات وغیرہ بہت اہم ہوا کرتی ہیں۔

جب رنگت اور ہیئت سے اخذ کردہ نتائج کو ظاہری علامات سے جوڑا جائے اور حکم لگایا جائے تو اس میں غلطی و خطا کا امکان نہیں رہتا۔ ظاہری علامات میں مریض کا سست و چست' کم گو و باتونی' بے خوف و بے باک ڈرپوک اور متوحش ہونا بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل علامات کو خصوصی طور پر مرکز توجہ بنائیں:

مریض کے رخسار:

جب چہرے کے رخسار سرخ ہوں اور ان پہ زائد از ضرورت چمک کے علاوہ چہرہ کا رنگ اڑا اڑا اور گھبراہٹ ہو تو ایسے مریض کو پھیپھڑوں میں ورم اور اختلاج القلب کا عارضہ لاحق ہو گا اور جب مردوں کے رخساروں پر سیاہ داغ یا نشان ہوں تو عموماً ان کے مثانہ اور گردوں اور خصیوں کی سوزش اور دیگر امراض کی دلیل ہو گی اور عورتوں کے چہرہ پر سیاہ چھائیاں اور داغ ہونا حیض کی خرابی اور خصیۃ الرحم میں سوزش کی علامت ہوا کرتی ہے۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے سوزش گردہ اور سیاہی کے ساتھ خشکی' عروق القلب میں خرابی کی علامت ہوتی ہے جبکہ ان کا پلپلے ابھرے ہوئے ہونا جگر کی خرابی کی علامت ہوا کرتی ہے۔

لب:

جب مطب میں آنے والے مریض کے لب موٹے ہوں تو اس کے جسم میں ریاح کا غلبہ ہو گا اور اگر موٹے زردی مائل سیاہ ہوں تو جگر میں انقباض و سوزش کی علامت ہو گی جبکہ ہونٹوں کی چمک دار سرخی پھیپھڑوں میں خرابی کی علامت ہو گی اور ہونٹوں پر سرخ سیاہی مائل پھنسی دماغ میں سوزش کی دلیل ہو گی۔ اگر ہونٹ سفید ہوں تو خون کی کمی اور بخار کی دلیل ہو گی جبکہ سرخی اندرونی اعضاء میں سوزش و انقباض اور اگر یہی سرخی گہری چمکدار ہو تو پھیپھڑوں میں سل کی وجہ سے پیپ کی علامت ہو گی۔ ہونٹوں کی زردی' صفرا کی زیادتی اور صفراوی امراض غشیان قے کی علامت ہو گی اور جب ہونٹ خشک رہتے ہوں۔ ان پر پپڑیاں جم جائیں تو سوزش معدہ اور مالیخولیا کی علامت ہوتی ہے۔ اسی طرح جب ہونٹوں پر سفید رنگ کی پپڑیاں تہہ بہ تہہ ہوں تو جوڑوں کی خرابی' جلن اور بخار خاص کر صفراوی بخار کی علامت ہو گی کہ لبریکیشن نہیں ہو رہا ہوتا اور جب ہونٹوں پر خشکی زیادہ بڑھ جائے تو لمبے بخاروں کی دلیل ہوتی ہے۔ جب ہونٹ لٹک جائیں تو اعصاب میں ضعف اور فالج کا پیش خیمہ ہو گا۔ اسی طرح لبوں کا اچھی طرح آپس میں نہ ملنا لقوہ کی پکی دلیل سرسام اور ورم ریہ میں بھی لبوں پر خشک پپڑیاں جم جایا کرتی ہیں۔

منہ کی ظاہری علامات سے مرض معلوم کرنا:

جب منہ سختی سے بند ہو تو تشنج ورم دماغ اور غشی کی علامت ہو گا۔ اس کے برخلاف اگر

منہ کھلا رہے تو دل کا ضعف اور پھیپھڑے کمزور ہونے کی دلیل ہے جب منہ سے تھوک زیادہ بہے' رال ٹپکے تو دماغی اور اعصاب کی خرابی اور بعض لوگوں میں امعا میں رطوبات جمع ہو کر ان میں تعفن اور کیڑے پیدا ہونے اور پیٹ میں ہوا بھرنے (نفخ و گیس) کی دلیل ہو گی۔

آنکھ سے تشخیص امراض:

اگر مریض کے چہرہ کو نظر بھر کر دیکھا جائے تو متوجہ کرتے وقت مریض کی آنکھوں پر بھی نظر پڑتی ہے۔ آنکھ کا قدرتی مزاج گرم تر ہے کیونکہ سریع الحرکتی کے لئے قدرت کی طرف سے یہی دو کیفیات اور ان کا مجموعہ ہی مفید مطالب و مقصد ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آنکھوں کے ذکی الحس ہونے کی بناء پر آنکھ پر بہت جلد جسم انسان کا مجموعی مزاج اثر انداز ہوتا ہے اور مختلف حالات و واقعات اور کیفیات اس پر بہت جلد اثر انداز ہوتی ہیں جو ماہر فن کی راہنمائی کے لئے دلیل کا کام دیتی ہیں۔ اس لئے ذیل میں آنکھوں کی رنگت وغیرہ سے امراض میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے چند ایک باتیں درج کی جاتی ہیں۔

خون دماغ

جب آنکھوں میں غیر طبعی طور پر زردی نظر آئے تو وہ صفراوی امراض جیسے یرقان استسقاء کی دلیل ہوتی ہیں اور اگر سرخی ہو تو غلطیاں منعطہ خونی دماغی کی' دردسر' نزلہ اور سوزش' اعصاب کی علامت ہوں گی اور اگر آنکھوں کے پپوٹوں پر پھنسیاں ہوں گی تو عصبی سوزش ہو گی۔ اسی طرح آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے' امراض گردہ و امعا' بواسیر اور خون میں تیزابیت کی زیادتی (عضلاتی سوزش) کی علامت قرار پائیں گے اور اگر آنکھوں کے گرد گڑھے پڑ جائیں خاص کر بچوں میں تو یہ اعصاب اور آنتوں کی سوزش کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں پیاس اور اسہال کی شدت ہوتی ہے۔ جب آنکھوں میں اداسی پائی جائے تو یہ ضعف باہ اور جریان کی غماض ہوتی ہے۔

عام علامات منذرہ:

یعنی وہ علامات جو خوفناک اور ڈرانے والی ہوتی ہیں۔ یہ علامات مریض کی صحت اور طبیب کی شہرت کے لئے محتاط رویہ اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ کیونکہ اکثر و بیشتر مریض کے حق میں اچھی نہیں ہوتیں۔ مثلاً مریض کے چہرے کے کسی مقام پر سوزش ناک سرخی مائل پھنسی نمودار ہونا مریض کے لئے خطرناک شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اگر مریض کا علاج پوری توجہ اور غور

و فکر سے نہ کیا جائے تو اس کا زندہ بچ نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے مقامات جہاں پر پھنسی ہوتی ہے۔ ان میں ہونٹ' ناک' کان وغیرہ شامل ہیں اور اگر ایسی سرخی سیاہی مائل سوزش دار پھنسی کے ہمراہ ہچکی کی علامت بھی ظاہر ہو تو مریض بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی مریض لیٹنے کی حالت میں گھٹنے پیٹ کی طرف اکٹھے رکھے تو وہ قولنج اور درد گردہ کی علامت ہوگی اور اگر مریض اپنی چلنے کی حالت میں پاؤں کو جھٹکا دیتا ہے تو اس کے گردے یقیناً خراب ہیں۔ اسی طرح ایڑیوں میں درد بھی گردوں کی خرابی کی علامت ہے۔

قرب موت کی علامات:

وہ علامات جو موت کے قریب ظاہر ہوتی ہیں' ان کا معالج کو مستحضر ہونا بہت ضروری ہے۔ ایسی علامات میں ہرگز ہرگز مریض کو دوائیں دے کر پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ نادان تیز ادویہ کے استعمال سے جہاں مریضوں اور ان کے لواحقین کو پریشان کرتے ہیں۔ وہاں ان پر ادویہ کے اخراجات کا مزید بار ڈال کر مالی پریشانیوں میں بھی مبتلا کر دیتے ہیں۔ عقل مند ایسے مواقع پر اگر دوائیں استعمال بھی کریں تو انہیں انسانی ہمدردی کے تحت ہرگز کوئی معاوضہ قبول کرنا نہیں چاہیے۔ ایسی علامات یہ ہیں:

1- نبض قرب مرگ میں مریض کی نبض اکثر دودی نملی ہو جاتی ہے۔
2- مریض کے قارورہ کا رنگ اکثر سیاہ ہو جاتا ہے۔
3- مریض اکثر بے ربط کام کرتا ہے۔
4- مریض کے ہاتھ پاؤں میں کھنچاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور سکت نہیں رہتی۔
5- مریض کے چہرہ پر پریشانی کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں۔
6- مریض کے سینہ پر بلغم کی زیادتی ہو جاتی ہے اور وہ اخراج نہیں پاتی۔
7- مریض کا ناک مڑ جاتا ہے۔
8- مریض کی آنکھیں پتھرائی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔
9- مریض کا منہ کھلا رہتا ہے۔
10- مریض کا لمس باردیابس معلوم ہوتا ہے۔

لیکن ان علامات کو دیکھ کر فوراً حکم نہ لگائیں بلکہ رنگت اور ہیئت وغیرہ کی بیان کردہ

علامات کو بھی مد نظر رکھیں پھر فیصلہ کریں۔ علم قیافہ پر مکمل دسترس حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی مسلسل مشق کریں وہ اس طرح کہ جب بھی مریض مطب میں داخل ہو، پہلے اس کے چہرہ اور ظاہری جسم کو دیکھ کر مرض معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ پھر نبض اور قارورہ سے تشخیص کریں اور جائزہ لیں کہ آپ کا پہلا اندازہ کس حد تک درست تھا۔ اگر اس طریقہ پر مشق جاری رکھیں تو آہستہ آہستہ اتنا ملکہ پیدا ہو جائے گا کہ صرف دیکھنے سے ہی مریض کو مرض اور علامت بیان کرنے پر قادر ہو جائیں گے۔

حکیم محمد صدیق شاہین

مصنف کی دیگر تصنیفات